بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن، وَالصَّلاةُ وَالسَّلامُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ وَعَلٰى آلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِيْن.

(حقوق)

کے موضوع پر

لجنہ علمیہ، ریاض کی دوسری ورکشاپ

۱۹ اپریل ۲۰۱۲ء بروز جمعہ، بمقام مشعل استراحہ (الریاض)

نمبر شمار	عنوان	مقالہ نگار
(۱)	حقوق الزوجین یعنی میاں بیوی کی ذمہ داریاں	(مولانا محمد نجیب سنبھلی قاسمی)
(۲)	حقوق الوالدین	(مولانا اشرف علی قاسمی)
(۳)	حقوق الوالدین	(مولانا محمد عارف قاسمی)
(۴)	والدین کے ذمہ اولاد کے حقوق	(مولانا غفران ساجد قاسمی)
(۵)	حقوق الاولاد	(مولانا مفتی عاشق الٰہی قاسمی)
(۶)	حقوق الاولاد	(مولانا عبدالرحمٰن عمری)

محمد نجیب قاسمی، ریاض

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِين، وَالصَّلاةُ وَالسَّلامُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيم وَعَلىٰ آلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِين.

﴿ حقوق الزوجین یعنی میاں بیوی کی ذمہ داریاں ﴾

حق کے معنی: حق کے لغوی معنی ثابت ہونے یعنی واجب ہونے کے ہیں، اس کی جمع حقوق آتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (سورۂ یٰس ۷) اُن میں سے اکثر لوگوں پر بات ثابت ہوچکی ہے، سو یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے۔۔۔۔ حق' باطل کے مقابلہ میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ، اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقاً (سورۂ اسراء ۸۱) اور اعلان کردو کہ حق آچکا اور باطل مٹ گیا، یقیناً باطل کو مٹنا ہی تھا۔

حقوق کی ادائیگی: شریعت اسلامیہ نے ہر شخص کو اس بات پر متوجہ کیا ہے کہ وہ اپنے فرائض ادا کرے، اپنی ذمہ داریوں کو صحیح طریقہ پرانجام دے اور لوگوں کے حقوق کی مکمل ادائیگی کرے۔ شریعت اسلامیہ نے ہر شخص کو مکلّف بنایا ہے کہ وہ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد یعنی بندوں کے حقوق کی مکمل طور پر ادائیگی کرے حتی کہ بعض وجوہ سے حقوق العباد کو زیادہ اہتمام سے ادا کرنے کی تعلیمات دی گئیں۔

آج ہم دوسروں کے حقوق تو ادا نہیں کرتے ہیں البتہ اپنے حقوق کا جھنڈا اٹھائے رہتے ہیں۔ دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کی کوئی فکر نہیں کرتے ہیں، اپنے حقوق کو حاصل کرنے کے لئے مطالبات کئے جارہے ہیں، تحریکیں چلائی جارہی ہیں، مظاہرے کئے جارہے ہیں، ہڑتالیں کی جارہی ہیں، حقوق کے نام سے انجمنیں اور تنظیمیں بنائی جارہی ہیں۔ لیکن دنیا میں ایسی انجمنیں یا تحریکیں یا کوششیں موجود نہیں ہیں کہ جن میں یہ تعلیم دی جائے کہ اپنے فرائض، اپنی ذمہ داریاں اور دوسروں کے حقوق جو ہمارے ذمہ ہیں وہ ہم کیسے ادا کریں؟ شریعت اسلامیہ کا اصل مطالبہ بھی یہی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنی ذمہ داریوں یعنی دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی زیادہ کوشش کرے۔

میاں بیوی کے باہمی تعلقات میں بھی اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے کہ دونوں کو ان کے فرائض یعنی ذمہ داریاں بتادیں۔ شوہر کو بتادیا کہ تمہارے فرائض اور ذمہ داریاں کیا ہیں اور بیوی کو بتادیا کہ تمہاری ذمہ داریاں کیا ہیں، ہر ایک اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی کوشش کرے۔ زندگی کی گاڑی اسی طرح چلتی ہے کہ دونوں اپنے فرائض اور اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے رہیں۔ دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی فکر اپنے حقوق حاصل کرنے کی فکر سے زیادہ ہو۔ اگر یہ جذبہ پیدا ہوجائے تو پھر زندگی بہت عمدہ خوشگوار ہوجاتی ہے۔

زوجین (میاں بیوی): دو اجنبی مرد وعورت کے درمیان شوہر اور بیوی کا رشتہ اسی وقت قائم ہوسکتا ہے جبکہ دونوں کے درمیان شرعی نکاح عمل میں آئے۔ نکاحِ شرعی کے بعد دو اجنبی مرد وعورت رفیق حیات بن جاتے ہیں، ایک دوسرے کے رنج وخوشی، تکلیف وراحت اور صحت وبیماری غرضیکہ زندگی کے ہر گوشہ میں شریک ہوجاتے ہیں۔ عقد نکاح کو قرآن کریم میں میثاق غلیظ کا نام دیا گیا ہے یعنی نہایت مضبوط رشتہ۔ نکاح کی وجہ سے بے شمار حرام امور ایک دوسرے کے لئے حلال ہوجاتے ہیں حتی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک دوسرے کو لباس سے تعبیر کیا ہے یعنی شوہر اپنی بیوی کے لئے اور بیوی اپنے

شوہر کے لئے لباس کے مانند ہے۔ شرعی نکاح کے بعد جب آدمی شوہر اور عورت بیوی بن جاتی ہے تو ایک دوسرے کا جسمانی اور روحانی طور پر لطف اندوز ہونا جائز ہوجاتا ہے اور ایک دوسرے کے ذمہ جسمانی اور روحانی حقوق واجب ہوجاتے ہیں۔ شرعی احکام کی پابندی کرتے ہوئے شوہر اور بیوی کا جسمانی اور روحانی طور پر لطف اندوز ہونا نیز ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کرنا یہ سب شریعت اسلامیہ کا جزء ہیں اور ان پر بھی اجر ملے گا، ان شاءاللہ۔

نکاح کے دو اہم مقاصد:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں نکاح کے مقاصد میں سے دو اہم مقصد مندرجہ ذیل آیت میں بیان فرمائے ہیں: وَمِنْ آيَاتِهِ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجاً لِّتَسْكُنُوْا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْن. (سورۂ الروم ۲۱) اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم اُن سے آرام پاؤ۔ اور اُس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کردی، یقیناً غور وفکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ غرض اِس آیت میں نکاح کے دو اہم مقاصد بیان کئے گئے:

۱) میاں بیوی کو ایک دوسرے سے قلبی وجسمانی سکون حاصل ہوتا ہے۔

۲) میاں بیوی کے درمیان ایک ایسی محبت، الفت، تعلق، رشتہ اور ہمدردی پیدا ہوجاتی ہے جو دنیا میں کسی بھی دو شخصوں کے درمیان نہیں ہوتی۔

زوجین (میاں بیوی) کی ذمہ داریوں کی تین قسمیں :

انسان صرف انفرادی زندگی نہیں رکھتا ہے بلکہ وہ فطرتاً معاشرتی مزاج رکھنے والی مخلوق ہے، اس کا وجود خاندان کے ایک رکن اور معاشرہ کے ایک فرد کی حیثیت سے ہی پایا جاتا ہے۔ معاشرہ اور خاندان کی تشکیل میں بنیادی اکائی میاں بیوی ہیں جن کے ایک دوسرے پر کچھ حقوق ہیں:

۱) شوہر کی ذمہ داریاں یعنی بیوی کے حقوق شوہر پر۔

۲) بیوی کی ذمہ داریاں یعنی شوہر کے حقوق بیوی پر۔

۳) دونوں کی مشترکہ ذمہ داریاں یعنی مشترکہ حقوق۔

شوہر کی ذمہ داریاں یعنی بیوی کے حقوق شوہر پر :

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (سورۂ البقرہ ۲۲۸) اور (مردوں پر) عورتوں کا حق ہے جیسا کہ (مردوں کا) عورتوں پر حق ہے، معروف طریقہ پر۔ اس آیت میں میاں بیوی کے تعلقات کا ایسا جامع دستور پیش کیا گیا ہے جس سے بہتر کوئی دستور نہیں ہوسکتا اور اگر اس جامع ہدایت کی روشنی میں ازدواجی زندگی گزاری جائے تو اِس رشتہ میں کبھی بھی تلخی اور کڑواہٹ پیدا نہ ہوگی، ان شاءاللہ۔ واقعی یہ قرآن کریم کا اعجاز ہے کہ الفاظ کے اختصار کے باوجود معانی کا سمندر گویا کہ ایک کوزے میں سمو دیا گیا ہے۔ یہ آیت بتارہی ہے کہ بیوی کو محض نوکرانی اور خادمہ مت سمجھنا بلکہ یہ یاد رکھنا کہ اس کے بھی کچھ حقوق ہیں جن کی پاس داری شریعت میں ضروری ہے۔ ان حقوق میں جہاں نان ونفقہ اور رہائش کا انتظام شامل ہے وہیں اسکی دل داری اور راحت رسانی کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سب سے اچھا آدمی وہ ہے جو اپنے گھر والوں (یعنی بیوی بچوں) کی نظر میں اچھا ہو۔۔۔ اور ظاہر ہے کہ ان کی نظر میں اچھا وہی ہوگا جو اُن کے حقوق کی ادائیگی کرنے والا ہو۔ دوسری طرف اِس آیت میں بیوی کو بھی آگاہ کیا کہ اُس پر بھی حقوق کی ادائیگی لازم ہے۔ کوئی بیوی اُس وقت تک پسندیدہ نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ اپنے شوہر کے حقوق کو ادا کرکے اُس کو خوش نہ کرے، چنانچہ احادیث میں ایسی عورتوں کی تعریف فرمائی گئی ہے جو اپنے شوہر کی تابع دار اور خدمت گزار ہوں اور ان سے

بہت زیادہ محبت کرنے والی ہوں اور ایسی عورتوں کی مذمت کی گئی ہے جو شوہروں کی نافرمانی کرنے والی ہوں۔

شوھر کی چند اھم ذمہ داریاں حسب ذیل ھیں:

۱) مکمل مہر کی ادائیگی: اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً (سورۃ النساء۴) عورتوں کو ان کا مہر راضی وخوشی سے ادا کردو۔ نکاح کے وقت مہر کی تعیین اور شب زفاف سے قبل اس کی ادائیگی ہونی چاہئے، اگرچہ طرفین کے اتفاق سے مہر کی ادائیگی کو مؤخر بھی کرسکتے ہیں۔ مہر صرف عورت کا حق ہے، لہٰذا شوہر یا اس کے والدین یا بھائی بہن کے لئے مہر کی رقم میں سے کچھ بھی لینا جائز نہیں ہے۔ ﴿وضاحت﴾: شریعت نے کوئی بھی خرچہ صنف نازک پر نہیں رکھا ہے، شادی سے قبل اسکے تمام اخراجات والد کے ذمہ ہیں اور شادی کے بعد عورت کے کھانے، پینے، رہنے، سونے اور لباس کے تمام اخراجات شوہر کے ذمہ ہیں، لہٰذا مہر کی رقم عورت کی خالص ملکیت ہے اس کو جہاں چاہے اور جیسے چاہے استعمال کرے، شوہر یا والد مشورہ تو دے سکتے ہیں مگر اُس رقم میں تصرف کرنے کا مکمل اختیار صرف عورت کو ہے، اسی طرح اگر عورت کو کوئی چیز وراثت میں ملی ہے تو وہ عورت کی ملکیت ہوگی، والد یا شوہر کو وہ رقم یا جائیداد لینے کا کوئی حق نہیں ہے۔

۲) بیوی کے تمام اخراجات: اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَه رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (سورۃ البقرہ۲۳۳)
بچوں کے باپ (یعنی شوہر) پر عورتوں (یعنی بیوی) کا کھانا اور کپڑا لازم ہے دستور کے مطابق۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ اللہ کی امان میں تم نے اُن کو لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے اُن کی شرمگاہوں کو تمہارے لئے حلال کیا گیا ہے۔ دستور کے مطابق اُن کا مکمل کھانے پینے کا خرچہ اور کپڑوں کا خرچہ تمہارے ذمہ ہے۔ (مسلم)

۳) بیوی کے لئے رہائش کا انتظام: اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ (سورۃ الطلاق ۶) تم اپنی طاقت کے مطابق جہاں تم رہتے ہو وہاں اُن عورتوں کو رکھو۔ اس آیت میں مطلقہ عورتوں کا حکم بیان کیا جارہا ہے کہ عدت کے دوران ان کی رہائش کا انتظام بھی شوہر کے ذمہ ہے۔ جب شریعت نے مطلقہ عورتوں کی رہائش کا انتظام شوہر کے ذمہ رکھا ہے تو حسب استطاعت بیوی کی مناسب رہائش کی ذمہ داری بدرجہ اولیٰ شوہر کے ذمہ ہوگی۔

۴) بیوی کے ساتھ حسن معاشرت:

شوہر کو چاہئے کہ وہ بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئاً وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْراً كَثِيْراً (سورۃ النساء۱۹) ان کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آؤ یعنی عورتوں کے ساتھ گفتگو اور معاملات میں حسن اخلاق کے ساتھ معاملہ رکھو گو تم انہیں ناپسند کرو لیکن بہت ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو برا جانو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت ہی بھلائی کردے۔

شوہر کی چوتھی ذمہ داری "بیوی کے ساتھ حسن معاشرت" بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے، اس کی ادائیگی کے مختلف طریقے حسب ذیل ہیں:

a) حسب استطاعت بیوی اور بچوں پر خرچہ کرنے میں فراخدلی سے کام لینا چاہئے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِذَا اَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰى اَهْلِهِ نَفَقَةً يَحْتَسِبُهَا فَهِيَ صَدَقَةٌ (بخاری) اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید کے ساتھ اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہے تو وہ صدقہ ہوگا یعنی اللہ تبارک

وتعالیٰ اس پر اجر عطا فرمائے گا۔

b) بیوی سے مشورہ: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ گھر کے نظام کو چلانے کی ذمہ داری مرد کے ذمہ رکھی گئی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں مرد کے لئے قوَّام کا لفظ استعمال کیا گیا ہے یعنی مرد عورتوں پر نگہبان اور منتظم ہیں۔ لیکن حسن معاشرت کے طور پر عورت سے بھی گھر کے نظام کو چلانے کے لئے مشورہ لینا چاہئے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آمِرُوا لنِّسَاءَ فِيْ بَنَاتِهِنَّ (ابوداؤد، مسند احمد) یعنی بیٹیوں کے رشتے کے لئے اپنی بیوی سے مشورہ کیا کرو۔

c) بیوی کی بعض کمزوریوں سے چشم پوشی کریں، خاص طور پر جب کہ دیگر خوبیاں ومحاسن ان کے اندر موجود ہوں، یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے عموماً ہر عورت میں کچھ نہ کچھ خوبیاں ضرور رکھی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر عورت کی کوئی بات یا عمل ناپسند آئے تو مرد عورت پر غصہ نہ کرے کیونکہ اس کے اندر دوسری خوبیاں موجود ہیں جو تمہیں بھی اچھی لگتی ہیں۔ (مسلم)

d) مرد بیوی کے سامنے اپنی ذات کو قابل توجہ یعنی اسمارٹ بنا کر رکھے کیونکہ تم جس طرح اپنی بیوی کو خوبصورت دیکھنا چاہتے ہو وہ بھی تمہیں اچھا دیکھنا چاہتی ہے۔ صحابی رسول ومفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنی بیوی کے لئے ویسا ہی سجتا ہوں جیسا وہ میرے لئے زیب وزینت اختیار کرتی ہے۔ (تفسیر قرطبی)

e) گھر کے کام وکاج میں عورت کی مدد کی جائے، خاص کر جب وہ بیمار ہو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ گھر کے تمام کام کرلیا کرتے تھے، جھاڑو بھی خود لگالیا کرتے تھے، کپڑوں میں پیوند بھی خود لگالیا کرتے تھے اور اپنے جوتوں کی مرمت بھی خود کرلیا کرتے تھے۔ (بخاری)

بیوی کی ذمہ داریاں یعنی شوہر کے حقوق بیوی پر:

۱) شوہر کی اطاعت: اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَا اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ (سورۃ النساء ۳۴) مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں۔ جو عورتیں نیک ہیں وہ اپنے شوہروں کا کہنا مانتی ہیں اور اللہ کے حکم کے موافق نیک عورتیں شوہر کی عدم موجودگی میں اپنے نفس اور شوہر کے مال کی حفاظت کرتی ہیں، یعنی اپنے نفس اور شوہر کے مال میں کسی قسم کی خیانت نہیں کرتی ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر فوقیت وفضیلت دینے کی دو وجہیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) مرد وعورت وساری کائنات کو پیدا کرنے والے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مرد کو عورت پر فضیلت دی ہے۔

(۲) مرد اپنے اور بیوی وبچوں کے تمام اخراجات برداشت کرتا ہے۔

اسی طرح دوسری آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾ (سورۃ البقرۃ ۲۲۸) مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَحَفِظَتْ فَرْجَهَا وَاَطَاعَتْ بَعْلَهَا دَخَلَتِ الْجَنَّةَ (مسند

احمد) اگر عورت نے (خاص طور پر) پانچ نمازوں کی پابندی کی، ماہ رمضان کے روزے اہتمام سے رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی اور اپنے شوہر کی اطاعت کی تو گویا وہ جنت میں داخل ہوگئی۔

ایک عورت نے نبی اکرم ﷺ سے کہا کہ مجھے عورتوں کی ایک جماعت نے آپ ﷺ سے ایک سوال کرنے کے لئے بھیجا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم مردوں کو دیا ہے، چنانچہ اگر ان کو جہاد میں تکلیف پہنچتی ہے تو اُس پر ان کو اجر دیا جاتا ہے اور اگر وہ شہید ہوجاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے خصوصی بندوں میں شمار ہوجاتے ہیں کہ مرنے کے باوجود وہ زندہ رہتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے خصوصی رزق ان کو دیا جاتا ہے۔ (جیسا کہ سورۂ آل عمران آیت ۱۶۹ میں مذکور ہے) ہم عورتیں ان کی خدمت کرتی ہیں، ہمارے لئے کیا اجر ہے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جن عورتوں کی طرف سے تم بھیجی گئی ہو، ان کو اطلاع کردو کہ شوہر کی اطاعت اور اس کے حق کا اعتراف تمہارے لئے اللہ کے راستے میں جہاد کے برابر ہے، لیکن تم میں سے کم ہی عورتیں اس ذمہ داری کو بخوبی انجام دیتی ہیں۔ (بزاز، طبرانی)

﴿وضاحت﴾: اِن دِنوں مرد وعورت کے درمیان مساوات اور آزادئ نسواں کا بڑا شور ہے اور بعض ہمارے بھائی بھی اس پروپیگنڈے میں شریک ہوجاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مرد وعورت زندگی کے گاڑی کے دو پہیے ہیں، زندگی کا سفر دونوں کو ایک ساتھ طے کرنا ہے، اب زندگی کے سفر کو طے کرنے میں انتظام کی خاطر یہ لازمی بات ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک سفر کا ذمہ دار ہوتا کہ زندگی کا نظام صحیح چل سکے۔ لہذا تین راستے ہیں: (۱) دونوں کو ہی امیر بنایا جائے۔ (۲) عورت کو اس زندگی کے سفر کا امیر بنایا جائے۔ (۳) مرد کو اس زندگی کے سفر کا امیر بنایا جائے۔ پہلی شکل میں اختلاف کی صورت میں مسئلہ حل ہونے کے بجائے پیچیدہ سے پیچیدہ ہوتا جائے گا۔ دوسری شکل بھی ممکن نہیں ہے کیونکہ مرد وعورت کو پیدا کرنے والے نے صنف نازک کو ایسی اوصاف سے متصف پیدا کیا ہے کہ وہ مرد پر حاکم بن کر زندگی نہیں گزار سکتی ہے۔ لہذا اب ایک ہی صورت بچی اور وہ یہ ہے کہ مرد اس زندگی کے سفر کا امیر بن کر رہے۔ مرد میں عادتاً وطبعاً عورت کی بہ نسبت فکر وتدبر اور برداشت وتحمل کی قوت زیادہ ہوتی ہے، نیز انسانی خلقت، فطرت، قوت اور صلاحیت کے لحاظ سے اور عقل کے ذریعہ انسان غور وخوض کرے تو یہی نظر آئے گا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو قوت مرد کو عطا کی ہے، بڑے بڑے کام کرنے کی جو صلاحیت مرد کو عطا فرمائی ہے، وہ عورت کو نہیں دی گئی۔ لہذا امارت اور سربراہی کا کام صحیح طور پر مرد ہی انجام دے سکتا ہے۔ اس مسئلہ کے لئے اپنی عقل سے فیصلہ کرنے کے بجائے اس ذات سے پوچھیں جس نے اِن دَونوں کو پیدا کیا ہے۔ چنانچہ خالق کائنات نے قرآن کریم میں واضح الفاظ کے ساتھ اس مسئلہ کا حل پیش کردیا ہے: ﴿وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾ (سورۂ البقرۃ ۲۲۸) ﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ﴾ (سورۂ النساء ۳۴) ان آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے واضح الفاظ میں ذکر فرمادیا کہ مرد ہی زندگی کے سفر کا سربراہ رہے گا اور فیصلہ کرنے کا حق مرد ہی کو حاصل ہے، اگرچہ مرد کو چاہئے کہ عورت کو اپنے فیصلوں میں شامل کرے۔۔ مرد حضرات بھی اس بات کو اچھی طرح ذہن نشیں کرلیں کہ بیشک مرد؍ عورت کے لئے قوام یعنی امیر کی حیثیت رکھتا ہے لیکن ساتھ ہی دونوں کے درمیان دوستی کا بھی تعلق ہے، یعنی انتظامی طور پر تو مرد قوام یعنی امیر ہے لیکن باہمی تعلق دوستی جیسا ہے، ایسا تعلق نہیں ہے جیسا مالک اور نوکرانی کے درمیان ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو، دونوں حالتوں میں مجھے علم ہوجاتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا: یارسول اللہ! کس طرح علم ہوجاتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو رب محمد کے الفاظ کے ساتھ قسم کھاتی ہو اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو رب ابراہیم کے الفاظ کے ساتھ قسم کھاتی ہو۔ اس وقت تم میرا نام نہیں لیتی بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام لیتی ہو۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ یارسول اللہ! میں صرف آپ کا نام چھوڑتی ہوں، نام کے علاوہ کچھ نہیں چھوڑتی۔ (بخاری۔ باب ما يجوز من الهجر)

اب آپ اندازہ لگائیں کہ کون ناراض ہورہا ہے؟ حضرت عائشہؓ۔ اور کس سے ناراض ہورہی ہیں؟ حضور اکرم ﷺ سے۔ معلوم ہوا کہ اگر بیوی ناراضگی کا اظہار کررہی ہے تو یہ مرد کی قوامیت یعنی امارت کے خلاف نہیں ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے بڑی خوش طبعی کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا کہ مجھے تمہاری ناراضگی کا پتہ چل جاتا ہے۔

اسی طرح واقعۂ افک کو یاد کریں، جس میں حضرت عائشہؓ پر تہمت لگائی گئی تھی، جس کی وجہ سے حضرت عائشہؓ پر قیامت صغریٰ برپا ہوگئی تھی۔حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ کو بھی شبہ ہوگیا تھا کہ کہیں حضرت عائشہؓ سے واقعی غلطی تو نہیں ہوگئی ہے۔ جب آیت برأت نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ کی برأت کا اعلان کیا تو حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ بہت خوش ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کھڑی ہوجاؤ اور نبی اکرم ﷺ کو سلام کرو۔ حضرت عائشہؓ بستر پر لیٹی ہوئی تھیں اور برأت کی آیات سن لیں اور لیٹے لیٹے فرمایا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے میری برأت (اپنے پاک کلام میں) نازل فرمادی لیکن میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا شکر ادا نہیں کرتی کیونکہ آپ لوگوں نے تو اپنے دل میں یہ احتمال پیدا کرلیا تھا کہ شاید مجھ سے غلطی ہوگئی ہے۔ (بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ النور، حدیث نمبر ۴۷۵۰)
بظاہر حضرت عائشہؓ نے حضور اکرم ﷺ کے سامنے کھڑے ہونے سے اعراض فرمایا، لیکن حضور اکرم ﷺ نے اس کو برا نہیں سمجھا، اس لئے کہ یہ ناز کی بات ہے۔ یہ ناز درحقیقت اسی دوستی کا تقاضہ ہے جو میاں بیوی کے درمیان ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ میاں بیوی کے درمیان حاکمیت اور محکومیت کا رشتہ نہیں بلکہ دوستی کا بھی رشتہ ہے اور اس دوستی کا حق یہ ہے کہ اس قسم کے ناز کو برداشت کیا جائے۔
بہرحال! چونکہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو قوام بنایا ہے اس لئے فیصلہ اس کا ماننا ہوگا۔ ہاں بیوی اپنی رائے اور مشورہ دے سکتی ہے اور شریعت نے مرد کو یہ ہدایت بھی دی ہے کہ وہ حتی الامکان بیوی کی دلداری کا خیال بھی کرے لیکن فیصلہ اسی کا ہوگا۔ لہٰذا اگر بیوی چاہے کہ ہر معاملے میں فیصلہ ان کا چلے اور مرد قوام نہ بنے، تو یہ صورت فطرت کے خلاف ہے، شریعت کے خلاف ہے، عقل کے خلاف ہے اور انصاف کے خلاف ہے اور اس کا نتیجہ گھر کی بربادی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

۲) شوہر کے مال وآبرو کی حفاظت:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **فَالصَّالِحَاتُ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ** (سورۃ النساء ۳۴) جو عورتیں نیک ہیں وہ اپنے شوہروں کی تابعداری کرتی ہیں اور اللہ کے حکم کے موافق نیک عورتیں شوہر کی عدم موجودگی میں اپنے نفس اور شوہر کے مال کی حفاظت کرتی ہیں، یعنی اپنے نفس اور شوہر کے مال میں کسی قسم کی خیانت نہیں کرتی ہیں۔
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں مرد کا سب سے بہترین خزانہ نہ بتاؤں؟ وہ نیک عورت ہے، جب شوہر اس کی طرف دیکھے تو وہ شوہر کو خوش کردے، جب شوہر اس کو کوئی حکم کرے تو شوہر کا کہنا مانے۔اگر شوہر کہیں باہر سفر میں چلا جائے تو اس کے مال اور اپنے نفس کی حفاظت کرے۔ (ابوداؤد، نسائی)

شوہر کے مال کی حفاظت میں یہ ہے کہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر شوہر کے مال میں سے کچھ نہ لے، اور اس کی اجازت کے بغیر کسی کو نہ دے۔ہاں اگر شوہر واقعی بیوی کے اخراجات میں کمی کرتا ہے تو بیوی اپنے اور اولاد کے خرچے کو پورا کرنے کے لئے شوہر کی اجازت کے بغیر مال لے سکتی ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ہند بنت عتبہ سے کہا تھا جب انہوں نے اپنے شوہر ابوسفیانؓ کے زیادہ بخیل ہونے کی شکایت کی تھی: **خُذِىْ مَا يَكْفِيْكَ وَوَلَدَكَ بِالْمَعْرُوْفِ** اتنا مال لے لیا کرو جو تمہارے اور تمہاری اولاد کے متوسط خرچہ کے لئے کافی ہو۔ (بخاری مسلم)

شوہر کی آبرو کی حفاظت میں یہ ہے کہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں داخل نہ ہونے دے، کسی نامحرم سے بلاضرورت بات نہ کرے۔ شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلے۔

۳) گھر کے اندرونی نظام کو چلانا اور بچوں کی تربیت کرنا: یہ عورتوں کی وہ ذمہ داری ہے جو ان کی خلقت کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد ہے، بلکہ یہ وہ بنیادی ذمہ داری ہے جسکی ادائیگی عورتوں پر لازم ہے۔ عورتوں کو اس ذمہ داری کے انجام دینے میں کوئی کمی نہیں چھوڑنی چاہئے کیونکہ اسی ذمہ داری کو صحیح طریقہ پر انجام دینے سے فیملی میں آرام وسکون پیدا ہوگا نیز اولاد دونوں جہاں کی کامیابی وکامرانی سے سرفراز ہوگی۔ حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ جب صحابۂ کرام اپنی بیٹی یا بہن کو رخصت کرتے تھے تو اس کو شوہر کی خدمت اور بچوں کی بہترین تربیت کی خصوصی تاکید کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وَالْمَرْأَۃُ رَاعِیَۃٌ فِی بَیْتِ زَوْجِهَا وَمَسْؤُولَۃٌ عَنْ رَعِیَّتِهَا (بخاری ومسلم) عورت اپنے شوہر کے گھر میں نگہبان اور ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے بچوں کی تربیت وغیرہ کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

بیوی کی چند اهم دیگر ذمه داریاں:

۴) بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے۔ حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی عورت کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے شوہر کی موجودگی میں روزے رکھے مگر شوہر کی اجازت سے یعنی کسی عورت کے لئے نفلی روزہ رکھنا شوہر کی اجازت کے بغیر حلال نہیں۔

۵) عورت کے دل میں شوہر کے پیسے کا درد ہو: عورت کے دل میں شوہر کے پیسے کا درد ہونا چاہئے تاکہ شوہر کا پیسہ فضول خرچی میں خرچ نہ ہو۔ گھر کو نوکرانیوں پر نہیں چھوڑنا چاہئے کہ وہ جس طرح چاہیں کرتی رہیں بلکہ عورت کی ذمہ داری ہے کہ وہ گھر کے داخلی تمام امور پر نگاہ رکھے۔

چند مشترکه حقوق اور ذمه داریاں:

حتی الامکان خوشی وراحت وسکون کو حاصل کرنے اور رنج وغم کو دور کرنے کے لئے ایک دوسرے کا تعاون کرنا چاہئے۔

ایک دوسرے کے راز لوگوں کے سامنے ذکر نہ کئے جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن اللہ کی نظروں میں سب سے بد بخت انسان وہ ہوگا جو میاں بیوی کے آپسی راز کو دوسروں کے سامنے بیان کرے۔ (مسلم)

شوہر باہر کے کام اور بیوی گھریلو کام انجام دے:

قرآن وسنت میں واضح طور پر ایسا کوئی قطعی اصول نہیں ملتا جس کی بنیاد پر کہا جائے کہ کھانا پکانا عورتوں کے ذمہ ہے، البتہ حضرت فاطمہ ؓ کی شادی کے بعد حضور اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے درمیان کام کی جو تقسیم کی وہ اس طرح تھی کہ باہر کے کام حضرت علیؓ دیکھتے تھے، گھریلو کام مثلاً کھانا بنانا، گھر کی صفائی کرنا وغیرہ حضرت فاطمہؓ کے ذمہ تھا۔ لیکن یاد رکھیں کہ زندگی قانونی پیچیدگیوں سے نہیں چلا کرتی، لہذا جس طرح قرآن وحدیث میں مذکور نہیں ہے کہ کھانا پکانا عورت کے ذمہ ہے اسی طرح قرآن وسنت میں کہیں واضح طور پر یہ موجود نہیں ہے کہ شوہر کے ذمہ بیوی کا علاج کرانا لازم ہے، اسی طرح قرآن وسنت میں مرد کے ذمہ نہیں ہے کہ وہ بیوی کو اس کے والدین کے گھر ملاقات کے لئے لے جایا کرے۔ اسی طرح اگر بیوی کے والدین یا بھائی بہن اس کے گھر آئیں تو مرد کے ذمہ نہیں ہے کہ مرغ مسلم وکوفتے وکباب وغیرہ لے کر آئے۔ معلوم ہوا کہ دونوں ایک دوسرے کی خدمت کے جذبہ سے رہیں۔ باہر کے کام مرد انجام دے اور عورت گھر کے معاملات کو بخوبی انجام دے۔

میاں بیوی کی مشترکہ ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری یہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے کی جنسی ضرورت کو پورا کریں۔ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مرد اپنی بیوی کو اپنی طرف بلائے (یہ میاں بیوی کے مخصوص تعلقات سے کنایہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو ان تعلقات کو قائم کرنے کے لئے بلائے) اور وہ عورت نہ آئے یا ایسا طرز اختیار کرے کہ جس سے شوہر کا وہ منشا پورا نہ ہو اور اس کی وجہ سے شوہر ناراض ہو جائے تو ساری رات صبح تک فرشتے اس عورت پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں، یعنی اس عورت پر خدا کی لعنت ہو اور لعنت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کو حاصل نہیں ہوگی۔ (بخاری ومسلم)

جنسی خواہشات کی تکمیل پر اجر وثواب: حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میاں بیوی کے جو باہمی تعلقات ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر بھی اجر عطا فرمائے گا۔ صحابۂ کرام نے سوال کیا: یارسول اللہ! وہ انسان اپنی نفسانی خواہشات کے تحت کرتا ہے، اس پر کیا اجر؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ نفسانی خواہش کو ناجائز طریقے سے پورا کرتا ہے تو اس پر گناہ ہوتا ہے یا نہیں؟ صحابۂ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ! گناہ ضرور ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: چونکہ میاں بیوی ناجائز طریقہ کو چھوڑ کر جائز طریقے سے نفسانی خواہشات کو اللہ کے حکم کی وجہ سے کر رہے ہیں، اس لئے اس پر بھی ثواب ہوگا۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۱۶۹۱۶۷)

اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچانے کے لئے مشترکہ فکر وکوشش:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا قُوْا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُمْ نَاراً وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (سورۃ التحریم ۶) اے ایمان والوں تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر، جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں جنہیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے بجالاتے ہیں۔

جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر فاروقؓ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں تشریف لائے اور فرمایا کہ ہم اپنے آپ کو تو جہنم کی آگ سے بچاسکتے ہیں مگر گھر والوں کا کیا کریں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ان کو برائیوں سے روکتے رہو اور اچھائیوں کا حکم کرتے رہو، ان شاء اللہ یہ عمل ان کو جہنم کی آگ سے بچانے والا بنے گا۔

وراثت میں شرکت:

دونوں میں سے کسی ایک کے انتقال ہونے پر دوسرا اسکی وراثت میں شریک ہوگا۔

شوہر اور بیوی کی وراثت میں چار شکلیں بنتی ہیں۔ (سورۃ النساء ۱۲):

☆ بیوی کے انتقال پر	اولاد موجود نہ ہونے کی صورت میں	شوہر کو 1/2 ملے گا۔
☆ بیوی کے انتقال پر	اولاد موجود ہونے کی صورت میں	شوہر کو 1/4 ملے گا۔
☆ شوہر کے انتقال پر	اولاد موجود نہ ہونے کی صورت میں	بیوی کو 1/4 ملے گا۔
☆ شوہر کے انتقال پر	اولاد موجود ہونے کی صورت میں	بیوی کو 1/8 ملے گا۔

محمد نجیب سنبھلی قاسمی، ریاض

۲۷ جمادی الاول ۱۴۳۳ھ = ۱۹ اپریل ۲۰۱۲ء

(najeebqasmi@yahoo.com)

بسم الله الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن، وَالصَّلاةُ وَالسَّلامُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْم ِ وَعَلٰى آلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِيْن.

حقوق الوالدين

انسانوں پر جو حقوق واجب ہے وہ دو قسم کے ہیں: (۱) حقوق اللہ (۲) حقوق العباد

حقوق حق کی جمع ہے جس کا معنی ہے وہ چیز جس کا ادا کرنا اور پورا کرنا واجب وضروری ہے۔ چنانچہ حقوق اللہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھرایا جائے کیوں کہ اللہ کی عبادت کرنا اس کا حق ہے۔ اور حقوق العباد کا مطلب یہ ہے کہ بندوں کے حقوق کو ادا کیا جائے۔ حقوق العباد میں سب سے پہلا حق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اور پھر اس کے بعد نسبتی اور خونی رشتہ کا درجہ آتا ہے جس میں ماں باپ، بیٹے بیٹیاں، بھائی بہن اور دیگر رشتہ داروں کے حقوق کا درجہ ہے۔ شرعی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو اللہ رب العزت اور اس کے محبوب سرکار دو عالم ﷺ کے بعد سب سے زیادہ ادب واحترام، حسن سلوک کے حقدار والدین ہی ہیں۔ قرآن شریف میں اکثر مقامات پر اللہ تبارک وتعالی نے جہاں اپنے حقوق کا تذکرہ کیا ہے وہاں والدین کے ساتھ حسن سلوک، فرمابرداری، احسان شناسی اور شکر گذاری کا بھی درس دیا ہے اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اللہ تعالی کی بارگاہ میں والدین کا رتبہ اور ان کا مقام کیا ہے۔

(۱) وإذْأخَذْنا مِيثَاقَ بَنِيْ إسْرَائيلَ لَا تَعْبُدُون إلَّا اللّه وَبِالوَالِدَيْنِ إحْسَانًا (البقرة ۸۳) اور یاد کرو جب ہم نے اولاد یعقوب سے پختہ وعدہ لیا کہ اللہ کے سوا (کسی اور کی) عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو''۔ یہاں اس امر کی صراحت ضروری ہے کہ حکم اور اس کی یہی ترتیب حضرت آدم علیہ الصلوۃ والتسلیم سے لیکر خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی امت تک جاری وساری ہے۔ تمام بنی نوع انسان کو یہی تلقین کی جاتی رہی کے تمہاری جبین نیاز سوائے ذات باری تعالی کے کسی اور کے سامنے نہ جھکے اور اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے ساتھ پیش آؤ۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم تاکید کے ساتھ ہر دور میں ہر نبی کی امت کو دی گئی اور یہ حکم آج بھی ہمیشہ کی طرح امت مصطفوی ﷺ کے لئے مفروض الاطاعت ہے۔

(۲) دوسری جگہ فرمایا (وأعْبُدو ا اللّهَ ولا تُشرِكُوا به شَيْئاً وبا الوَالدَينِ إحْسَانًا (النساء الآیۃ ۳۶)

ترجمہ: اللہ تعالی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھراؤ اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

(۳) تیسری جگہ فرمایا (وَقَضٰى ربُّكَ ألاتَعْبُدوا إلّا إيَّاه وبِالْوَالِدَينِ إحسَانا إمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَك الكِبَرَ أَحدُهما أو كِلاهُما فَلا تَقُلَّهُمَا أفٍّ وَلا تَنهَرْ هُمَا وقُلْ لَّهُما قَوْلًا كَرِيْمَا واخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمةِ وقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهماكما رَبّيَانِي صَغِيْرًا. (سورۃ الاسراء ۲۳۔۲۴)

ترجمہ: اور تیرے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو، اور ماں باپ سے حسن سلوک کرو اور ان میں سے ایک یا دونوں تیرے سامنے بڑھاپے کو پہونچ جائیں تو انہیں اف نہ کہو اور نہ جھڑکو، اور ان دونوں سے ادب کے ساتھ بات کرو اور ان کے لئے تواضع کے (ساتھ) بازو جھکا دو مہربانی سے، اور کہو اے میرے رب! ان دونوں پہ رحم فرما جیسے انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی۔ یہ آیات واضح کرتی ہیں کہ اگر ماں باپ یا دونوں میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہونچ جائے تو پھر انہیں اُف تک کا کلمہ بھی نہ کہو، خواہ تمہیں ان کی بات پسند آئے یا نہ آئے اور تمہاری طبیعت کو کتنی ہی ناگوار کیوں نہ گذرے۔ اُف تک نہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری زبانیں تمہارے والدین کے بارے میں اس حد تک بند ہوجائیں کہ ان کی کسی بات پر خفگی اور ناراضگی نہ ہونے پائے اور کبھی ایسا نہ ہو کہ تمہارا صبر کا پیمانہ ان کے معاملے میں اس حد تک لبریز ہوجائے کہ تم انہیں جھڑکنے لگو، ان کے ساتھ سختی اور تلخ کلامی کے ساتھ پیش آؤ

اوراس طرح سے ان کی دل شکنی ہو۔ یہاں آپ اُف نہ کہنے کی معنویت وحکمت پر غور کریں گے تو پتہ چلے گا کہ اُف کہنے کی حالت بالعموم اس وقت پیش آتی ہے جب ماں باپ بڑھاپے کو پہونچے ہوتے ہیں۔

بڈھے والدین کی خبر گیری ایک صبر آزما مرحلہ

جب قوائے بدنی مضمحل اور حواس خمسہ ماؤف ہونے لگتے ہیں تو بے بس اور بے چارگی کی کیفیت پیدا ہونے لگتی ہے، جب والدین جوانی سے گذر کر بڑھاپے میں داخل ہوتے ہیں تو اپنی اولاد کے لئے بوجھ معلوم ہونے لگتے ہیں جب کہ یہی وہ والدین ہیں جو اپنی اولاد کو لاشعوری کی حالت میں کھلاتے پلاتے رہے اور اپنے خون پسینے کی کمائی ان کی نذر کرتے رہے۔ جس کے لئے اپنا چین وسکون سب کچھ قربان کرتے رہے، خود کو بھوکا رکھ کر انہیں کھلاتے پلاتے رہے، اوران کی ہر خواہش پوری کرتے رہے، وہی اولاد جب جوان ہوتی ہے اور اپنے والدین کو مجبور اور بے بس پاتی ہے تو وہ زمانہ یاد نہیں رہتا کہ یہی والدین تھے جو اس کے آگے پیچھے رہتے تھے بیماری اور تکلیف میں جاگتے رہتے تھے اور اپنی بساط سے بڑھ کر خرچ کرتے تھے، وہی اولاد بچپن کا زمانہ بھلا کر والدین کی نافرمان اور گستاخ ہوجاتی ہے اوراس وقت کو بھلا دیتی ہے جب اس کے والدین اس کے لئے اپنی ہر خوشی کو ترک کردیتے تھے۔ جب ماں باپ بوڑھے ہوتے ہیں تو طبیعت بچپن کی طرف مائل ہونے لگتی ہے اور بے خیالی میں بچوں جیسی حرکتیں صادر ہونے لگتی ہیں، مزاج کے اندر شدت پیدا ہوجاتی ہے، یاد داشت پہلی سی نہیں رہتی، معاملہ فہمی اور برداشت کا مادہ مفقود ہونے لگتا ہے اور یہ احساس ختم ہوجاتا ہے کہ کس چیز میں فائدہ ہے اور کس چیز میں نقصان ہے۔ ہر بات میں بچوں کی طرح ضد کرنا عادت ثانیہ بن جاتی ہے، آپ کسی بات پر روکیں گے لیکن وہ سنی ان سنی کردیں گے، اور عمل اسی پر کریں گے جوان کا دل چاہے گا چھوٹی چھوٹی باتوں پر ٹوکتے رہتے ہیں، ان کو وہی چیز کھانے کو جی چاہے گا جو ان کے لئے نقصان دہ ہوگا آپ کہیں گے صحت کا خیال رکھئے لیکن وہ من مانی کرتے رہیں گے۔ اولاد اکتا جاتی ہے کہ یہ کیا ہر معاملے میں ٹانگ اڑاتے ہیں؟ اپنی کام سے مطلب کیوں نہیں رکھتے۔ یہ بڑی آزمائش کا دور ہے ان کا بیجا اصرار نت نئے مسائل پیدا کرتا ہے، اس لئے اولاد کے لئے یہ ایک مسلسل امتحان ہوتا ہے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ **فَلا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ** کے قرآنی ارشاد پر کون عمل کرتا ہے اور کہاں تک؟۔

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُما كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا (اسراء۲۴) اوراللہ کے دربار میں عرض کرتے رہو اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن مجھے (رحمت وشفقت) سے پالا تھا۔ رب العالمین کے طرف سے یہ دعا سکھلائی گئی کہ اے انسان! جب والدین بڑھاپے کی اس حالت کو پہونچ جائیں تو ان کے حق میں رب سے یہ دعا مانگا کر کہ اے پروردگار ان پر اسی طرح رحم فرما جس طرح ان ہوں نے مجھے اس وقت محبت وشفقت کے آغوش میں پالا تھا جب میں اتنا چھوٹا تھا کہ مجھے اپنے نفع ونقصان کی خبر نہ تھی اور ہمہ وقت ان کی شفقت ورحمت کا محتاج تھا۔

والدہ کے ساتھ حسن سلوک میں تاکیدی حکم

قَالَ اللّٰهُ: وَوَصَّيْنَا الإنْسانَ بِوالِدَيهِ حَمَلَتْه اُمُّهُ وَهْنًا عَلَى وَهْنٍ وفِصَالُه فِي عَامَيْنِ أَنْ اُشْكُرَ لِيْ وَلِوَالِدَيْکَ اِلَيَّ المَصِيْرِ

(لقمان:۱۴)

اس سے پہلی تمام آیتوں میں اللہ تعالی نے والدین کے بارے میں بڑی تاکید فرمائی، اور حقوق کی ادائیگی پر زور دیا یہ سب والدین کے باب میں اجمالی حکم تھا کہ وہ دوران حیات دونوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے پھر اس کے بعد ماں کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ **حَمَلَتْهُ اُمُّه وَهْنًا عَلَى وَهْنٍ**''۔ جسے اس کی ماں تکلیف کی حالت میں (اپنے پیٹ میں) برداشت کرتی رہی'' اس میں صرف ماں کے لئے تاکید کی گئی ہے اوراس کے لئے منطقی پند ونصیحت کا اسلوب اختیار کرتے ہوئے انسان کو اس امر کی جانب متوجہ کیا گیا ہے کہ اس کی ماں اسے ولادت سے قبل کتنی تکلیف، مصیبت، الم اور ابتلا کے عالم میں اُٹھائے پھرتی رہی **وهْناً عَلى وَهْنٍ** کا لفظ انتہائی معنی خیز ہے جو انسانی نفسیاتی پیرائے سے اس حقیقت کی طرف ملتفت ہونے کی دعوت دے رہا ہے کہ وہ اپنی آنکھ کی پٹی کھول کر دیکھے کہ اس کی ماں کتنی جان لیوا مشقت سے اس کے وجود کا بوجھ اٹھائے پھرتی رہی اوراس بوجھ سے پے در پے

تھکن برداشت کرتی رہی۔ قرآن کریم نے وَهْـنًـا عَـلـى وَهْـنٍ میں تکرار لفظی استعمال کیا ہے ،جس کا مطلب یہ ہے کہ قبل از ولادت کا سارا عرصہ وہ بار بار تکلیف اور تھکن کی کیفیت سے چور ہو کر اپنے بچے کا بوجھ اٹھائے رکھتی ہے۔وضع حمل سے ولادت تک کا عرصہ نا قابل بیان حد تک اذیت ،کرب اور بے یقینی کا عرصہ ہوتا ہے۔ بچے کے جسم کی تشکیل کا مرحلہ ماں کے جسم کے اندر بہت سی تبدیلیاں پیدا کر دیتا ہے اور جب بتدریج بڑھنے لگتا ہے تو ماں کے دلوں دماغ میں عجیب کیفیات پیدا کر دیتا ہے۔ان تمام تکلیفوں کو برداشت کرنے کے باوجود ماں کو یہ پتہ نہیں کہ ۹ نو ماہ کے بعد اس کا بچہ صحیح سالم ہو گا یا نہیں۔اس قسم کے ہزاروں تفکرات شب وروز اس پر طاری رہتے ہیں، کتنی راتیں جاگ جاگ کر گذار دیتی ہے اور بار بار تھکن سے گذر کر بھی وہ نہیں ہارتی ہے۔ لہذا انسان کو اس امر کی طرف متوجہ کیا گیا کہ تمھیں کیا خبر کہ تمہارے لئے تمہاری ماں کتنے کرب واذیت کی کیفیت سے دوچار ہوتی رہی اور اس عرصہ میں صرف اسے ایک ہی فکر لاحق ہوتی رہی تھی کہ تم رحم مادر میں محفوظ رہو اور کسی طرح سے تمھیں تکلیف نہ پہونچے۔

☆ وَوَصَّيْنَا الإِنْسَانَ بِوالِدَيْه إِحْسَانًا حَمَلَتْه اُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهاً وَحَمْلُهُ وفِصَالُهُ ثَلٰثُوْن شَهْراً.(الاحقاف: ۱۵)

"اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم فرمایا،اس کی ماں نے اس کو تکلیف سے (پیٹ میں) اٹھائے رکھا اور اسے تکلیف کے ساتھ جنا اور اس کا پیٹ میں اٹھانا اور اس کا دودھ چھڑانا (یعنی زمانہ حمل ورضاعت) تیس ماہ (پر مشتمل) ہے"۔باری تعالی نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کو تاکیدی طور پر بیان کرنے کے ساتھ متصلاً ماں کی ان تکلیفوں کو بیان کیا جو بچے کو حمل اور وضع حمل کے دوران اور اس کے بعد اسکو برداشت کرتی ہے۔

حَمَلَتْه اُمُّه كُرْهًا کے الفاظ انسان کو اس زمانے کی طرف متوجہ کرتے ہیں جب اس کو اس کی ماں پیٹ میں سنبھالے رکھی تھی۔

وَوَضَعَتْه كُرْهاً میں پیدائش کی تکلیف اور درد زہ کی طرف اشارہ ہے۔گویا انسان کو باخبر کیا گیا کہ اے ماں کے قدر کی ناشناسی کرنے والے! ذرا دیکھ کہ اپنی جان کو تیری جان کے لئے وقف کردینے کا زمانہ جو تیس مہینوں پر مشتمل ہے،اس عرصہ میں وہ فقط تیری نشونما کی خاطر کتنی تکلیفیں اور مصیبتیں برداشت کرتی رہی۔یہ چند دنوں یا ایک دو مہینہ کی بات نہیں پورے تیس ماہ اس نے اپنی جان تیرے آرام وآسائش کے لئے کھپائے رکھی،اپنے آپ کو مسلسل بےچینی اور بے سکونی کی حالت میں مبتلا کئے رہی۔اب بھی اگر تو اس کے حقوق کا خیال نہیں رکھتا،اس کے مقام ومرتبہ کی اہمیت سے بے خبر ہے تو حیف ہے تیری عقل ودانش،علم وفکر اور تیری انسانیت پر!اگر کوئی انسان فرمودہ خداوندی کے مطابق اپنی تخلیق کے اس ابتدائی زمانے کی طرف نگاہ کر کے دیکھے گا تو لامحالہ اس نتیجہ پر پہونچے گا کہ وہ اپنی ماں کی پرورش کے ایک دن کا بھی حق عمر بھر ادا نہیں کر سکتا۔

باپ جنت کا دروازہ ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: باپ جنت کے دروازوں میں سے بہترین دروازہ ہے۔چنانچہ تمہیں اختیار ہے خواہ (اس کی نافرمانی کر کے اور دل دکھا کے) اس دروازہ کو ضائع کردو یا (اسکی فرمانبرداری اور اس کو راضی رکھ کر) اس دروازہ کی حفاظت کرو۔ (ترمذی)

والدین کے حکم کی اطاعت کرنے کی حد

☆ قـال تـعالى: وإنْ جَاهَدَاكَ عَلى أنْ تُشْرِكَ بِیْ مَالَيْسَ لَكَ بِه علمٌ فَلا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْروفاً (لقمان ۱۵)۔

"اور اگر وہ دونوں تم پر اس بات کی کوشش کریں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرا جس (کی حقیقت) کا تجھے کچھ علم نہیں تو ان کی اطاعت نہ کرنا اور دنیا (کے کاموں) میں ان کا اچھے طریقے سے ساتھ دینا۔" اللہ تعالی نے اس آیت کے ذریعہ اس بات کی نفی کردی کے کل قیامت میں اولاد یہ کہے کہ میں والدین کی خدمت کو اس لئے ترک کیا تھا کہ وہ کافر تھے،مشرک تھے یہ بہانہ کل قیامت کے دن کام نہیں کرے گا۔گویا کہ اولاد کو دنیوی زندگی میں اپنے والدین کی خدمت بجالانے کا فریضہ ہر حال میں باقی ہے۔

حقوق الوالدين حديث شريف سے

☆ عـن عبـد الـلـه بـن مسـعـودؓ قـال : سألت النبیﷺ أیُّ العملِ أَحبُّ إلیَ الله؟ قال: الصلوةُ على وَقْتِها ، قُلْتُ ثُمَّ أَيّ ؟قال:

بِرُّ الوَالِدَیْنِ ، قلت ثُمَّ أَیّ ؟ قال : الجهادُ فِی سَبیلِ اللهِ (بخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول ﷺ سے سوال کیا کہ کون سا عمل اللہ کے یہاں زیادہ پسندیدہ ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا، پھر میں نے سوال کیا کہ اس کے بعد کونسا عمل؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: والدین کے ساتھ نیکی کرنا، پھر میں نے سوال کیا اس کے بعد کونسا عمل؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔

یعنی اللہ تعالی کے نزدیک محبوب عمل سب سے پہلے اس کا حق یعنی نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا، دوسرا والدین کے ساتھ نیکی واحسان کرنا، اس کے بعد اللہ کے راستے میں جہاد کرنا، ایک دوسری حدیث میں حضور ﷺ نے جہاد پر فضیلت دیتے ہوئے فرمایا:

☆ عن عبدِ اللهِ بنِ عمرِ وبنِ العاصِ ؓ قال: أَقْبَلَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِیِّ ﷺ فقال: أُبَایِعُکَ عَلَى الهِجْرَةِ والجِهَادِ أَبْتَغِی الأَجْرَ مِنَ اللهِ تعالٰی فَقَالَ فَهلْ لَکَ مِنْ وَالِدَیْکَ أَحدٌ حَیٌّ قالَ : نَعَمْ بَلْ کِلَاهُما ، قال رسولُ اللهِ ﷺ : فَارْجِعْ إلی والدَیْک فأَحْسِنْ صُحْبَتَهُمَا.

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: ایک صحابیؓ حضور ﷺ کے پاس تشریف لائے اور کہا: ہجرت اور جہاد کے لئے میں آپ سے بیعت کرتا ہوں تا کہ اللہ سے اجر حاصل کرسکوں تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ صحابیؓ نے جواب دیا کہ ہاں! بلکہ دونوں باحیات ہیں ۔تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ اور اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو خدمت گذار اولاد اپنے والدین پر رحمت وشفقت سے نظر ڈالتی ہے تو ہر نظر کے بدلہ ایک مقبول حج کا ثواب ملتا ہے لوگوں نے عرض کیا اگر دن میں سو مرتبہ دیکھے تو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! سو مرتبہ بھی ہر نظر پر یہی ثواب ملتا رہے گا اللہ تعالی بڑا ہے اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں آتی۔

والدہ کے ساتھ حسن سلوک کی تاکیدی حکم

☆عن بی هریرة رضی الله عنه قال: جاء رجلٌ إلی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال: من أحقُّ الناس بحسن صحابتی ؟ قال ﷺ: أمّک ،قال: ثم من ، قال ﷺ: أمّک،قال: ثم من ، قال ﷺ: أمّک،قال: ثم من ، قال ﷺ: أبوک (بخاری ۵۹۷۱ ومسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہا: یارسول اللہ ﷺ! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں، صحابیؓ نے عرض کیا اس کے بعد کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیری ماں، صحابیؓ نے پھر عرض کیا اس کے بعد کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیری ماں، صحابیؓ نے پھر عرض کیا اس کے بعد کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیرے والد۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ باپ کی بہ نسبت حسن سلوک کے اعتبار سے ماں کا حق تین درجہ بڑھا ہوا ہے۔

☆ عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما: أن رجلاً أتی النبی ﷺفقال یارسول الله انی اصبتُ ذنباً عظیماًفهل لی من توبة قال ﷺ: هل لک من أم؟ قال: لا ،قال ﷺ هل لک من خالة قال: نعم قال ﷺ فَبِرَّها(ترمذی)

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے بہت بڑا گناہ کرلیا ہے تو کیا میرے لئے توبہ (کی گنجائش) ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کی تیری ماں (زندہ) ہے؟ کہا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیری خالہ ہے (یعنی ماں کی بہن زندہ) ہے؟ کہا: ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا اس کے ساتھ نیکی وحسن سلوک کر۔

اس حدیث کے اندر عظیم گناہ کے معافی کا ذریعہ بتایا گیا ہے کہ ماں ہونے کی صورت میں ماں کے ساتھ اور ماں نہ ہونے کی صورت میں خالہ کے ساتھ حسن

سلوک کرنے سے اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس گناہ عظیم کو معاف فرما دیتے ہیں۔

☆ عن أسماء بنت أبي بكر رضي الله عنهما قالت: قدمت عليَّ أمي وهي مشركة في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فاستفتيت رسول الله ﷺ ان أمي قدمت عليَّ وهي راغبة أ فأصل أمي ؟ قال ﷺ نعم صِلي أمَّكِ (متفق عليه)

اسماء بنت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ میرے پاس میری ماں آئی جو مشرکہ تھیں حضور ﷺ کے زمانے میں۔تو میں نے رسول ﷺ سے پوچھا میری امی آئی ہیں اور اسلام کی طرف مائل ہیں کیا میں صلہ رحمی کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔اس حدیث سے پتہ چلا کہ اگر والدہ مشرکہ ہوں تب بھی حسن سلوک اور صلہ رحمی کو ترک نہیں کرنا ہے۔

والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے پر عمر دراز ہوتی ہے اور دعا قبول ہوتی ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اس کی عمر دراز کی جائے اور اس کے رزق کو بڑھا دیا جائے، اس کو چاہئے کہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔(مسند احمد)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کیا اس کے لئے خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں اضافہ فرمائیں گے۔(مستدرک حاکم)

☆ حدّثنا سعيدُ بن ابي مريمَ ،حدثنا اسماعيلَ بن ابراهيمَ بن عقبةَ قال: أخبَرَني نافعٌ عن ابن عمَرَ رضي الله عنهما عن رسولِ الله ﷺ قال : ((بَينما ثلاثةُ نفرٍ يتماشَونَ أَخذَهُم المطر ،فَمالوا إلَى غارٍ في الجَبلِ فأنْحَطّتْ على فَمِ غارِهم صخرةٌ من الجبلِ فأطْبَقتْ عليهم فقال بعضُهم لِبعضٍ : أُنظُروا اعمالًا عَمِلْتُموها لِلّهِ صالحةً فادْعوا الله بِها لَعَلهُ يَفْرُجُها فقال احدُهم اللّهمَ إنَّه كانَ لِي والِدانِ شَيْخانِ كبيرانِ ولِي صَبيةٌ صغارٌ كنتُ أرعَى عليهم ، فإذا رُحتُ عليهم فَحَلبْتُ بدأتُ بوالِدَيَّ أسقيهما قبل وَلدي وإنه نَأىَ بي الشجُر فما أتيتُ حتّى أمْسيْتُ ، وفَوَجدتُّهما قد نَامَا فَحَلِبْتُ كما كنتُ أحْلُبُ فَجِئتُ بالحِلابِ ، فَقُمْتُ عند رُؤسِهما أكْرَه أن أبْدأ بالصبيةِ قبلَهما ، والصبيةُ يتَضاغَونَ عندَ قَدَمِي فَلم يَزَلْ ذَلک دَأْبي ودأبَهم حَتى طَلعَ الفجرُ فإن كنت تَعلمُ أنّي قد فَعلتُ ذلک إبتغاءَ وجهِک فأفْرُجْ لنا فُرجةً نَرى منها السماءَ ، ففَرَجَ اللهُ لهم فرجةً حَتى يرونَ منها السماءَ وقالَ الثاني : اللّهم إنَّه كانتْ لِي إبنةُ عمٍّ أحِبُّها كأشدِّ ما يُحِبُّ الرجالُ النساءَ ، فطَلبْتُ إليها نفسَها فأبتْ حتَّى آتِيَهَا بِمائَةِ دينارٍ فَسَعَيْتُ حتى جمعتُ مِائةِ دينارٍ فَلَقَيْتُهَا بِها فَلما قعدتُ بينَ رِجْلَيهَا قالتْ :يَا عبدَ اللّهِ إتَّقِ اللّهَ ولا تَفْتَحِ الخاتَمَ فقمتُ عنها، اللّهم فإن كنتَ تَعلمُ أنّي قد فعلتُ ذلک إبتغاءَ وجهِک فافْرُجْ لنامنها ، فَفرجَ لهم فرجةً .

وقال الآخرُ : اللّهم إنيِّ كنتُ إستَاجَرْتُ أجيرًا بفرق أرزٍّفلما قَضَى عمَله قال: أعْطِنِي حَقِّيْ فَعَرَضْتُ عليه حقَّه فتركَهُ ورَغِبَ عنه فلم أزَلْ أزْرَعُه حتى جمعتُ منه بقراً وراعِيها فَجائَني فقال : إتَّقِ اللهَ ولا تَظْلَمْنِيْ وأَعْطِنِي حَقِّي، فقلتُ : إذهَب إلى ذلک البَقرِ ورَاعِيها فقال إتَّقِ اللهَ ولا تَهْزَأْ بِي فقلتُ أني لا أهْزَأُ بک، فخُذْ ذلک البقرَ وراعِيَها فأخذَه فأنْطَلقَ بها ، فإن كنتَ تَعْلمَ أني قد فعلتُ ذلک إبتغاءَ وجْهِکَ فأفْرُجْ مَا بَقِيَ فَفَرَجَ اللهُ عَنهُمْ)) (بخاری ۵۹۷۴)

☆ ترجمہ: ہم سے سعید بن مریم نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے نافع نے خبر دی، انہیں حضرت ابن عمرؓ نے کہ رسول ﷺ نے فرمایا تین آدمی چل رہے تھے کہ بارش نے انہیں آلیا اور انہوں نے مڑ کر پہاڑ کی غار میں پناہ لی۔اس کے بعد ان کے پہاڑ کے منہ پر پہاڑ کی ایک چٹان گری اور اس کا منہ بند ہو گیا۔اب بعض نے بعض سے کہا کہ تم نے جو نیک کام کئے ہیں ان میں ایسے کام کو دھیان میں لے آؤ جو تم نے خالص اللہ کے لئے کیا ہو تا کہ اللہ سے اس کے ذریعہ دعا کرو ممکن ہے وہ غار کو کھول دے۔ اس پر ان میں سے ایک نے کہا اے اللہ ! میرے والدین تھے اور بہت

بوڑھے تھے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے میں ان کے لئے بکریاں چراتا تھا اور واپس آ کر دودھ نکالتا تو سب سے پہلے اپنے والدین کو پلاتا تھا اپنے بچوں سے بھی پہلے۔ایک دن چارے کی تلاش نے مجھے بہت دور لے جاڈالا، چنانچہ میں رات گئے واپس آیا۔میں نے دیکھا کے میرے والدین سو چکے ہیں۔میں نے معمول کے مطابق دودھ نکالا پھر میں دوہا ہوا دودھ لے کر آیا اور ان کے سرہانے کھڑا ہوگیا میں یہ گوارہ نہیں کرسکتا تھا کہ انہیں سونے میں جگاؤں اور یہ بھی مجھ سے نہیں ہوسکتا تھا کہ والدین سے پہلے بچوں کو پلاؤں، بچے بھوک سے میرے قدموں پر لوٹ رہے تھے اور اسی کشمکش میں صبح ہوگئی۔ پس اے اللہ!اگر تیرے علم بھی یہ کام میں نے صرف تیری رضا حاصل کرنے کے لئے کیا تھا تو ہمارے لئے کشادگی پیدا کردے کہ ہم آسمان دیکھ سکیں،اللہ تعالی نے (دعا قبول کی اور)ان کے لئے اتنی کشادگی پیدا کردی کہ وہ آسمان دیکھ سکتے تھے۔ دوسرے شخص نے کہا اے اللہ ! میری ایک چچازاد بہن تھی اور میں اس سے محبت کرتا تھا، وہ انتہائی محبت جو ایک مرد ایک عورت سے کرسکتا ہے، میں نے اس سے اسے مانگا تو اس نے انکار کیا اور صرف اس شرط پر راضی ہوئی کہ میں اسے سو دینار دوں، میں نے ڈوڑ دھوپ کی اور سو دینار جمع کرلایا پھر اس کے پاس اسے لے کر گیا پھر جب میں اس کے دونوں پاؤں کے درمیان بیٹھ گیا تو اس نے کہا کہ اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈرو اور مہر کو مت توڑو میں یہ سن کر کھڑا ہوگیا (اور زنا سے باز رہا) پس اگر تیرے علم میں بھی میں نے یہ کام تیری رضا وخوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا تھا تو ہمارے لئے کچھ اور کشادگی (چٹان کو ہٹا کر) پیدا کردے۔چنانچہ ان کے لئے تھوڑی سی اور کشادگی ہوگئی۔ تیسرے شخص نے کہا اے اللہ ! میں نے ایک مزدور ایک فرق چاول کی مزدوری پر رکھا تھا اس نے اپنا کام پورا کرکے کہا کہ میری مزدوری دو میں نے اس کی مزدوری دے دی لیکن وہ چھوڑ کر چلا گیا اور اس کے ساتھ بے توجہی کی، میں اس کے اس بچے ہوئے دھان کو بوتا رہا اور اس طرح میں نے اس سے ایک گائے اور اس کا چرواہا کرلیا (پھر جب وہ آیا تو) میں اس سے کہا کہ یہ گائے اور چرواہا لے جاؤ، اس نے کہا کہ اللہ سے ڈرو اور میرے ساتھ مزاق نہ کرو، میں نے کہا کہ میں تمہارے ساتھ مزاق نہیں کرتا، اس گائے اور چرواہے کو لے جاؤ۔چنانچہ وہ انہیں لیکر چلا گیا۔پس اگر تیرے علم میں بھی میں یہ کام تیری رضا وخوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا تھا تو (چٹان کی وجہ سے غار سے نکلنے میں جو رکاوٹ باقی رہ گئی ہے اسے بھی کھول دے۔چنانچہ اللہ تعالی نے ان کے لئے پوری طرح کشادگی کردی جس سے وہ باہر آ گئے۔

☆اس حکایت کا اخلاقی نتیجہ یہ ہے کہ باری تعالی اپنے بندوں کے محبوب نیک اعمال کا حیا کرتا ہے اور ان کے وسیلے سے کی گئی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشتا ہے۔ان اعمال صالحہ میں جو اللہ کو سب سے زیادہ پسند اور محبوب ہیں ان میں والدین کی خدمت سرفہرست ہے۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک نہ کرنے پر وعیدیں

☆ عن عبد الله بن عمرو عن النبیﷺ قال: رِضی الرب فی رِضی الوالد وسخط الرب فی سخطِ الوالد.

عبداللہ بن عمروؓ نبی کریمﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسولﷺ نے فرمایا: رب کی خوشی والدین کی خوشی میں ہے اور رب کی ناراضگی والدین کی ناراضگی میں ہے۔

☆ عن أبی هريرةؓ عن النبی ﷺ رَ غِمَ أنف، رغم أنف، ثم رغم أنف قیل: من یا رسول الله قال: من أدرک أبویه عند الکبر أحدهما او کلاهما فلم یدخل الجنة (بخاری)

☆ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہیکہ رسولﷺ نے فرمایا ہلاک ہووہ شخص، ہلاک ہووہ شخص، ہلاک ہووہ شخص، صحابہؓ نے عرض کیا کون یا رسول اللہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے والدین کو یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا اور جنت میں داخل نہ ہوا۔

☆ عن المغيرة عن النبیﷺ قال:ان الله حرم علیکم عقوق الامهات ومنع وهات ووأد البنات وکره لکم قیل وقال وکثرة السول واضاعة المال. حضرت مغیرہؓ سے روایت ہے کہ رسولﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالی نے ماؤں کی نافرمانی کو حرام قرار دی ہے اور (والدین کے حقوق) نہ دینا اور ناحق ان سے مطالبات کرنا بھی حرام قرار دیا ہے لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا (بھی حرام قرار دیا ہے) اور قیل وقال (فضول باتیں) کثرت

سوال اور مال کی بربادی کو ناپسند کیا ہے۔

☆ عن جابر بن عبد الله : أن النبی ﷺ رَقَی المنبر فلما رقیَ الدرجة الأولی قال آمین ثم رقی الثانیة فقال آمین ثم رقیَ الثالثة فقال آمین فقالوا یا رسولَ اللهﷺ سَمعناک تقول آمین ثلاث مرات قالﷺ لما رقیتُ الدرجةَ الأولی جائنی جبریل علیه السلام فقال شَقی عبدٌ أدرکَ رمضان فَانسَلخَ منه ولم یغفر له فقلت آمین ثم قال شقی عبد أدرک والدیه أو احدهما فلم یدخلا ه الجنة فقلت آمین ثم قال شقی عبد ذُکرتَ عندَه ولم یُصَلِّ علیک فقلتُ آمین . (الادب المفرد للبخاریؒ)

☆ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضورﷺ منبر پر چڑھے، جب پہلی سیڑھی پر چڑھے تو فرمایا آمین، پھر دوسری سیڑھی پر چھڑھے تو فرمایا آمین، پھر جب تیسری سیڑھی پر چڑھے تو فرمایا آمین، تو صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللهﷺ: ہم نے آپ سے (پہلی مرتبہ) تین بار آمین کہتے ہوئے سنا ہے۔ آپﷺ نے فرمایا: جب میں پہلی سیڑھی پر چڑھا تو جبیرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمائے: برباد ہوا وہ شخص جس نے رمضان کو پایا اور گذر گیا اور اس کی مغفرت نہیں ہوئی تو میں نے کہا آمین، پھر فرمایا: برباد ہوا وہ شخص جس نے اپنے والدین کو یا ان میں سے کسی ایک کو پایا اور انہوں نے اس کو جنت میں داخل نہیں کرایا تو میں نے کہا آمین پھر کہا برباد ہوا وہ شخص کے سامنے آپ کا ذکر مبارک ہوا اور آپﷺ پر درود نہ بھیجی تو میں نے کہا آمین۔

اس حدیث کے اندر حضرت جبرئیل علیہ السلام کا بددعا کر دینا ہی کافی تھا لیکن مذکورہ تینوں شخصوں کے لئے مزید برآں حضورﷺ کی آمین جو اور مضبوط کر دی وہ اظہر من الشّمس ہے۔

☆ عن ابی بکرة نفیع بن الحارث رضی الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : ألا أنبئکم بأکبر الکبائر ثلاثا ؟ قلنا : بلی یا رسول الله ﷺ ،قال: الإشراک بالله وعقوق الوالدین وکان متکئاً فجلس فقال: ألا وقول الزور وشهادة الزور فما زال یکررها حتی قلنا لیته سکت . (بخاری ۵۹۷۶ ومسلم)

☆ ابو بکرہ نفیع بن حارث سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسولﷺ نے فرمایا: کہ کیا تمہیں تین سب سے کبیرہ گناہوں کو نہ بتادوں؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں یا رسول اللهﷺ، آپﷺ نے فرمایا: کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے پھر بیٹھ گئے اور فرمائے خوب سن لو جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا پس آپﷺ بار بار دہراتے رہے حتی کے ہم لوگوں نے (اپنے دل میں) کہا کہ کاش کے آپﷺ خاموش ہو جاتے۔ اور دوسری حدیث میں چار چیزوں کا ذکر ہے. عن عبد الله بن عمرو بن العاصؓ عن النبیﷺ قال: الکبائر: االإشراک بالله وعقوق الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس .

☆ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسولﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ کے لئے اپنے ماں باپ کا فرمانبردار رہا اس کے لئے جنت کے دروازے کھلے رہیں گے اور جوان کا نافرمان ہوا اس کے لئے جہنم کے دروازے کھلے رہیں گے (بیہقی)

ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ! والدین کے بارے میں کچھ ارشاد فرایئے ان کے کیا کیا حقوق ہیں؟ آقائے دو جہاںﷺ نے والدین کی نسبت سوال کرنے والے اس شخص سے فرمایا'' هما جَنَّتکَ ونارُکَ' '(وہی دونوں تیری جنت اور دوزخ ہیں)۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ تمہارے والدین ہی تمہاری جنت ہیں اگر تم ان کی خدمت کا فریضہ بجالاؤ گے تو جنت کے حقدار ہو گے اور اگر تم ان کی خدمت ترک کردو گے تو وہ تمہارے دوزخ میں پہونچنے کا موجب بن سکتے ہیں۔ (ابن ماجہ)

دوسروں کے والدین کو برا بھلا بولنا اپنے والدین کو برا بھلا بولنا ھے

☆ عن عبد الله بن عمرو بن العاص أن رسوالله صلی الله علیه وسلم قال: من الکبائر أن شَتِمَ الرجلُ والدیه فقالوا: یارسول الله ﷺ هل یشتم الرجل والدیه ؟ قالﷺ : نعم یَسُبّ أبا الرجل فیسبُّ أباه ویسُبّ أمَه فیسب امه . وفی روایة ، إن من أکبر

الـكبـائـر أن يلعن الرجل والديه قيل: يا رسول الله ﷺ كيف يلعن الرجل والديه يسب الرجل ابالرجل فيسب أباه ويَسُبُّ أمَّه فيسبُّ أمَّه..(بخاری)

☆ عبداللہ بن عمر بن عاصؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کبیرہ گناہوں میں سے ہے کہ آدمی اپنے والدین کو گالی دے تو صحابہؓ نے کہا: کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آدمی اپنے والدین کو گالی دے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں (ایک) آدمی گالی دے گا (دوسرے) آدمی کے باپ کو تو وہ (جواب میں) اس کے باپ کو اور اس کی ماں کو گالی دے گا۔ دوسری روایت میں ہے کہ یقیناً سب سے کبیرہ گناہوں میں سے یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین پر لعنت بھیجے، پوچھا گیا: یارسول اللہ کوئی شخص اپنے والدین پر کیسے لعنت بھیجے گا؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص دوسرے کے ماں باپ کو برا بھلا کہے گا تو دوسرا بھی اس کے ماں باپ کو برا بھلا کہے گا۔

حقوق والدین کے متعلق واقعات (پہلا واقعہ)

(۱) ابھی حال ہی میں ایک اخبار میں شائع ہوا تھا جو (سعودی عرب کے) شہر القصیم کا واقعہ ہے جس کا عنوان تھا ((معمر بیٹا اپنی ماں سے الگ کرنے پر دھاڑیں مار کر رونے لگا))۔ ہم آئے دن صلہ رحمی اور قطع رحمی کے واقعات سنتے اور پڑھتے رہتے ہیں لیکن اس طرح کا واقعہ نہیں سنا گیا تھا جس کا مختصر بیان یہ ہے کہ قصیم کے شرعی عدالت میں ایک مقدمہ آیا ایک عورت جو بالکل بوڑھی اور لاچار تھی اس کے دو بیٹے تھے بڑے لڑکے کا نام حیزان الفہیدی الحربی تھا، ان کا گاؤں بریدہ سے تقریباً ۹۰ کیلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، بڑا لڑکا گاؤں میں اپنی ماں کے ساتھ رہتا تھا اور سارا وقت اپنی ماں کی خدمت اور نگہداشت میں صرف کرتا تھا سب کچھ ٹھیک چل رہا تھا ایک دن کی بات ہے کہ چھوٹا لڑکا جو شہر میں رہتا تھا جو ایک خوش حال زندگی بسر کر رہا تھا۔ آیا اور ماں کو لے جانے کا مطالبہ کیا بڑے بھائی نے انکار کیا دونوں میں تھوڑی بحث ہوئی بالآخر یہ مقدمہ عدالت میں گیا لیکن عدالت میں جا کر بھی معاملہ جوں کا توں رہا عدالت تاریخ پر تاریخ دیتی رہی تا کہ دونوں کسی حتمی فیصلے پر پہونچے مگر دونوں بھائی اپنے موقف پر قائم رہے مقدمہ کی طوالت سے تنگ آ کر قاضی نے دونوں کو آئندہ پیشی پر اپنی ماں کو ساتھ لیکر آنے کو کہا۔ چنانچہ اگلی پیشی پر یہ دونوں بھائی اپنی ماں کو ساتھ لے کر آئے ان کی ماں کیا تھیں بس ہڈیوں کا ڈھانچہ جن کا کل وزن ۲۰ کیلو تھا جس کو ایک خالی کارٹون میں ڈال کر لائے تھے۔ قاضی نے بڑھیا سے سوال کیا کہ کیا وہ جانتی ہے کہ اس کے دونوں بیٹوں کے درمیان تنازعہ چل رہا ہے؟ دونوں چاہتے ہیں کہ وہ اسے اپنے پاس رکھیں۔ ایسی صورت میں وہ کس کے پاس جا کر رہنا پسند کرے گی؟ غور کرنے کی بات ہے کہ قاضی نے کیا سوال کیا اور بڑھیا کیا جواب دیتی ہے: ہاں میں جانتی ہوں مگر میرے لئے کسی ایک کے ساتھ جا کر رہنے کا فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے اگر حیزان میری ایک آنکھ کے مانند ہے تو اس کا چھوٹا بھائی میری دوسری آنکھ ہے۔ قاضی صاحب نے معاملے کو ختم کرنے کے خاطر حیزان کے چھوٹے بھائی کی مادی اور مالی حالت دیکھتے ہوئے مقدمہ کا فیصلہ اس کے حق میں کر دیا۔ حیزان دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ کتنے قیمتی تھے حیزان کے یہ آنسو، حسرت کے آنسو کہ وہ اپنی ماں کی خدمت کرنے پر قادر کیوں نہیں مانا گیا؟ اتنا عمر رسیدہ ہونے کے باوجود بھی ماں کی خدمت کرنے کی سعادت حاصل کرنے کے لئے یہ جدوجہد۔ بات حیزان کی نہیں، بات تو ان والدین کی ہے جنہوں نے حیزان جیسے بیٹوں کی تربیت کی اور انہیں والدین کے حقوق کی اہمیت اور عظمت کا درس دیا۔

دوسرا واقعہ

(۲) حضرت مامونؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے فضل بن یحی سے زیادہ والدین کے ساتھ کسی کو حسن سلوک کرنے والا نہیں دیکھا۔ حضرت فضل کے ابا یحی کا حال یہ تھا کہ وہ گرم پانی سے وضو کرتے تھے۔ یہ دنوں باپ بیٹے اچانک کبھی جیل میں گئے۔ تو جیلر نے ان کو پانی گرم کرنے کے لئے لکڑی جلانے سے منع کر دیا جب فضل کے والد سو گئے تو اٹھے پانی کا برتن لئے اور صبح تک چراغ سے گرم کرتے رہے جب فجر میں ان کے والد صاحب اٹھے تو ان کو گرم پانی سے وضو کرائے۔ جیلر نے گذشتہ شب ان کے اس عمل کو دیکھا تھا۔ اس لئے اس نے دوسری رات کو چراغ غل کر دیا۔ لیکن فضلؒ اٹھے اور پانی کے برتن کو لے کر اپنے پیٹ سے لگا لئے حتی کہ صبح کی آذان ہوگئی اور پانی کی برودت ختم ہوگئی اس قابل ہوگیا کہ اس ان کے والد صاحب وضو کر سکیں۔۔

تیسرا واقعہ

(۳) ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا یا اللہ میرا جنت کا ساتھی تو دکھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فلاں گوشت بیچنے والا تیرا جنت کا ساتھی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سے ملاقات کے لئے گئے تو وہ گوشت فروخت کررہا تھا، شام کو گوشت لیکر گھر جانے لگا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے میں تیرے ساتھ چل سکتا ہوں تو وہ بولا آجاؤ دونوں جب گھر پہونچے تو اس نے گوشت پکایا اور روٹی پکائی وہ موسیٰ علیہ السلام کو پہچانتا نہیں تھا کھانا بنا کر ایک بوڑھی گھر میں لیٹی تھی اس کو لقمہ بنا بنا کر گود میں بٹھا کر کھانا کھلایا تو اس بوڑھی عورت نے اس کو دعاء دی، موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ کیا کہہ رہی تھی تو اس نے کہا کہ میں جب بھی خدمت کرتا ہوں تو یہ دعاء دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے جنت میں موسیٰ علیہ السلام کا ساتھی بنائے۔ اور میں کہاں موسیٰ علیہ السلام کہاں۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تجھے مبارک ہو تیری ماں کی دعاء قبول ہوگئی تو جنت میں میرا ساتھی ہے میں ہی موسیٰ علیہ السلام ہوں۔

چوتھا واقعہ

ہم جیسا اپنے والدین کے ساتھ کریں گے ویسے ہی ہمارے بچے ہمارے ساتھ سلوک کریں گے

(۴) ایک آدمی اپنے والد کو مار کر اپنے گھر سے نکال رہا تھا جب کچھ دور لے گیا تو اس کے باپ نے کہا کہ اب رہنے دے بیٹا اب مارو گے تو ظلم ہوگا کیوں کہ میں نے بھی اپنے باپ کو یہی تک مارا تھا۔

پانچواں واقعہ

(۵) ایک آدمی آپنے والد کو گھر سے مار کر نکال رہا تھا اور اس کو ایک چادر دے رہا تھا، ساتھ میں اس کا بیٹا بھی تھا بیٹے نے کہا کہ ابا پوری چادر نہ دو اتنا سننا تھا کہ دادا نے کہا کہ بیٹا (پوتا) میں تم کو تو بہت مانتا ہوں تم تو اپنے باپ سے بھی آگے نکل گئے، پوتے نے جواب دیا کہ دادا آپ کی بات صحیح ہے لیکن جب میرے باپ اس عمر کو پہونچیں گے تو میں کہاں سے چادر لاؤں گا اسی میں سے آدھا دوں گا۔

علماء دین نے قرآن وحدیث کی روشنی میں حسب ذیل بعض حقوق مرتب کئے ہیں۔

والدین کے ۱۴ چودہ حقوق ہیں

سات حقوق دوران حیات

(۱) عظمت (انکا اکرام واحترام کرنا)

(۲) محبت (ان سے الفت وانسیت رکھنا)

(۳) اطاعت (ان کی فرمابرداری کرنا)

(۴) خدمت (ان کا کام کرنا، ان کے کام آنا)

(۵) فکر راحت (ان کو آرام پہونچانا)

(۶) رفع حاجت (ان کی ضروریات پوری کرنا)

(۷) ان کی زیارت وملاقات

سات حقوق بعد از وفات

(۱) دعائے مغفرت (ان کے لئے اللہ سے معافی ورحمت کی درخواست کرنا)

(۲) ایصالِ ثواب (ان کو ایصال ثواب پہونچانا)

(۳) اکرام اعزاء واحباب اہل قرابت (ان کے رشتہ داروں اور دوست ومتعلقین کی عزت کرنا)

(۴) اعانت اعزاء واحباب اہل قرابت (ان کے رشتہ دار دوست ومتعلقین کی حسب طاقت مدد کرنا)

(۵) ادائے دَین وامانت (ان کی امانت وقرض ادا کرنا)

(۶) تنفیذ جائز وصیت (ان کی جائز وصیت پر عمل کرنا)

(۷) ان کی قبر کی زیارت

حرف آخر: پوری گفتگو کا ماحصل یہ ہے والدین کی خدمت ہمارے لئے ضروری ہے اگر آپ کہیں باہر اور دور رہتے ہیں تو گاہے بگاہے وقت نکال کر ان سے ملاقات اور زیارت کے لئے جائیں اگر بہت دور یا بیرون ملک ہیں تو خط وکتابت یا فون وموبائل کے ذریعہ ان سے باتیں کریں ہنسیں اور ہنسائیں اور ان کو یقین دلائیں کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اگر وہ کسی وجہ سے ناراض ہیں تو ہم ان کو راضی کریں، کیوں کہ ایک حدیث میں ہے کہ ایک صحابی کی زبان

سے کلمہ جاری نہی ہورہا تھا کیوں کہ ان کی ماں ان سے ناراض تھیں جب حضور ﷺ کو خبر ملی تو آپ ﷺ نے ان کو زندہ جلا ڈالنے کا حکم دیا تو ان کی ماں نے کہا کہ میں معاف کرتی ہوں پھر ان کی زبان سے کلمہ جاری ہوا اور خاتمہ بالخیر ہوا۔

ایک اہم نکتہ : بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ ہم والدین کی خدمت بجالانے میں کوئی کسر نہیں رکھتے لیکن وہ تخلیے میں اپنے ساتھیوں سے بے دھڑک کہہ دیتے ہیں کہ یہاں کوئی ہمیں پوچھنے والا نہیں، اس طرح کے بہت سے سخت اور سست باتیں کہہ دیتے ہیں جنہیں یقیناً سن کر پریشانی اور پشیمانی لاحق ہونے لگتی ہے لیکن کڑی آزمائش یہی ہے کہ ہر حال میں اپنی سعادت مندی کا ثبوت دیا جائے، ان کی ہر بات خندہ پیشانی سے سن کر برداشت کر لی جائے اور ہر حال میں ان کی خدمت بجالانا اپنا شیوہ بنالیا جائے۔

اللہ تبارک وتعالی سے دعا ہے کہ ہم سب کو اپنا عبادت گذار بندہ ہونے کے ساتھ ساتھ والدین کا مطیع وفرمانبردار بنائے اور آخرت میں جنت نصیب فرمائے۔آمین

از قلم: اشرف علی القاسمی (سعودی عرب، ریاض)

ashrafaliqasmi46@yahoo.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حقوق الوالدین

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين وعلى آله وأصحابه الطيبين والطاهرين أما بعد :

فقد قال الله تعالى في كلامه المجيد : وَقَضٰى ربُّكَ ألّاتعْبدوا إلّا إيَّاه وبِاالْوَالِدَينِ إحسَانا (الآية)

وفي الحديث عن بهز بن حكيم عن أبيه عن جده قال قلت يا رسولَ الله من أبرّ قال أمّك قال قلت ثُمَّ منْ قال أمُّكَ قال قلتُ ثم من قال ثم أباكَ : الحديث.

معزز علماء کرام، مہمانان عظام، محترم سامعین کرام۔۔۔ شریعت اسلامیہ میں جہاں عقائد وعبادت کوانتہائی اہتمام سے ذکر کیا ہے وہیں حقوق العباد پر بہت زور دیا ہے، اور حقوق العباد میں سب سے اہم ماں باپ کے حقوق ہیں قرآن مقدس میں چار مقامات پر اللہ تعالی نے اپنی عبادت کی تاکید کے ساتھ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کوایک حسین پیرائے سے بیان کیا ہے۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ جل شانہ کی عبادت کے بعد والدین کی اطاعت سب سے اہم ہے اور اللہ تعالی کے شکر کی طرح والدین کا شکر گذار ہونا واجب ہے۔ارشاد خداوندی ہے:وَقَضٰى ربُّكَ ألّاتعْبدوا إلّا إيَّاه وبِاالْوَالِدَينِ إحسَانا(الآیه) ترجمہ : تیرے رب نے حکم کردیا ہے کہ بجز اس کے کسی کی عبادت مت کرواور تم اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو اگر تیرے پاس ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہونچ جائیں تو ان کو کبھی ہوں بھی مت کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا۔اوران کے لئے دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرمایئے جیسا انہوں نے مجھکو بچپن میں پالا پرورش کیا ہے۔

بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے سوال کیا کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل کیا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے وقت پر نماز پڑھنا اس نے پھر دریافت کیا کہ اس کے بعد کونسا عمل سب سے زیادہ محبوب ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: والدین کے ساتھ اچھا سلوک۔

ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے رسول ﷺ سے سوال کیا کہ میں کس کے ساتھ بھلائی اور رواداری کروں تو حضور ﷺ نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ۔فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اس کے بعد کس کے ساتھ تو حضور ﷺ نے فرمایا پھر بھی اپنی ماں کے ساتھ۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا پھر کس کے ساتھ تو حضور ﷺ نے فرمایا پھر بھی اپنی ماں کے ساتھ۔ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا پھر کس کے ساتھ تو حضور ﷺ نے فرمایا پھر اپنے باپ کے ساتھ۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ باپ جنت کا درمیانی دروازہ ہے اب تمہیں اختیار ہے کہ اس کی حفاظت کرو یا ضائع کرو۔

ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اولاد پر ماں باپ کا کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ دونوں ہی تیری جنت یا دوزخ ہیں۔یعنی انکی اطاعت جنت میں لے جائے گی اور نافرمانی دوزخ میں۔

بیہقی نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ کے لئے اپنے ماں باپ کا فرمانبردار رہا اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھلے رہیں گے اور جوان کا نافرمان ہوا اس کے لئے جہنم کے دو دروازے کھلے رہیں گے۔

الغرض ماں باپ کا حق اولاد پر اللہ تعالی کے حق کے بعد ہے، اس لئے کہ اللہ تعالی موجد حقیقی ہیں اور عالم اسباب میں والدین اپنی اولاد کے لئے وجود کا سبب ظاہری، اور حق تعالی کی شان ربوبیت کا خاص مظہر بنتے ہیں اس لئے اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ نے جگہ جگہ ماں باپ کے حقوق کی اہمیت کے لئے ان کی اطاعت کی تاکید فرمائی ہے کہ ہمیشہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہیں ان کی تعظیم ومحبت اور خدمت گذاری کو اپنی سعادت سمجھیں۔

میرے عزیزو اور بھائیوں: والدین کی اطاعت دنیا میں خیر و برکت اور سکون واطمینان اور آخرت میں ابدی سعادتوں کا ذریعہ ہے ان کا دیکھنا بھی عبادت ہے ان کی خدمت، ان کی رضا وخوشنودی اللہ سے قرب کا ذریعہ ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو خدمت گذار بیٹا اپنے والدین پر رحمت وشفقت سے نظر ڈالتا ہے تو ہر نظر کے بدلہ ایک مقبول حج کا ثواب ملتا ہے۔لوگوں نے عرض کیا اگر دن میں سومرتبہ دیکھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ہاں سومرتبہ بھی ہر نظر پر یہی ثواب ملتا رہے گا۔ اللہ تعالی بڑا ہے اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں آتی۔
حضرت موسی علیہ السلام نے کہا: یا اللہ میرا جنت کا ساتھی تو دکھا تو اللہ تعالی نے فرمایا کہ فلاں گوشت بیچنے والا تیرا جنت کا ساتھی ہے۔ حضرت موسی علیہ السلام اس سے ملاقات کے لئے گئے تو وہ گوشت فروخت کررہا تھا، شام کو گوشت لیکر گھر جانے لگا تو حضرت موسی علیہ السلام کہنے لگے میں تیرے ساتھ چل سکتا ہوں تو وہ بولا آجاؤ دونوں جب گھر پہونچے تو اس نے گوشت پکایا اور روٹی پکائی وہ موسی علیہ السلام کو پہچانتا نہیں تھا کھانا بنا کر ایک بوڑھی گھر میں لیٹی تھی اس کو لقمہ بنا بنا کر گود میں بٹھا کر کھانا کھلایا تو اس بوڑھی عورت نے اس کو دعا دی۔ موسی علیہ السلام نے کہا یہ کیا کہ رہی تھی تو اس نے کہا کہ میں جب بھی خدمت کرتا ہوں تو یہ دعا دیتی ہے کہ اللہ تعالی تجھے جنت میں موسیٰ علیہ السلام کا ساتھی بنائے۔اور میں کہاں موسیٰ علیہ السلام کہاں۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تجھے مبارک ہو تیری ماں کی دعا قبول ہوگئی تو جنت میں میرا ساتھی ہے میں ہی موسیٰ ہوں۔
معزز حاضرین کرام:۔ جہاں حدیث کی کتابوں میں ماں باپ کی اطاعت پر بے شمار فضائل وارد ہوئے ہیں وہی ان کی نافرمانی پر سخت سے سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں بڑے بڑے گناہوں کو نہ بتادوں؟ فرمایا کہ بڑے گناہ تین ہیں (۱) اللہ کے ساتھ شرک کرنا (۲) والدین کی نافرمانی (۳) جھوٹی شہادت دینا یا جھوٹی قسم کھانا۔ ماں کے نافرمان کو مرتے وقت کلمہ بھی نصیب نہیں ہوگا۔ والدین کی نافرمانی ایسا بڑا جرم ہے کہ اس کی سزا دنیا میں بھی انسان کو ملتی ہے حدیث شریف میں نقل کیا گیا ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: اور سب گناھوں کی سزا اللہ تعالی جس کو چاہتے ہیں قیامت تک مؤخر کردیتے ہیں بجز والدین کی حق تلفی اور نافرمانی کے کہ اس کی سزا آخرت سے پہلے دنیا میں بھی دی جاتی ہے۔ والدین کی نافرمانی قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب میری امت پندرہ قسم کی برائیوں کا ارتکاب کرے گی تو بلائیں اور مصیبتوں میں گھر جائے گی ان میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی اپنی بیوی کی اطاعت کرے گا اور اپنی ماں کی نافرمانی کرنے لگے گا اور اپنے دوست کے ساتھ بھلائی کرے گا اور اپنے باپ کے ساتھ سختی اور نافرمانی کرے گا۔ ماں باپ کے نافرمان کی رمضان المبارک جیسے اہم مہینہ میں بھی بخشش نہیں ہوتی۔
حاضرین گرامی قدر:۔اس دنیا کے اندر ماں باپ ایک ہیرا ہیں جنکی اطاعت وخدمت کرکے انسان ابدی سعادتوں سے سرفراز ہوسکتا ہے اور ان کی دعاؤں سے دنیا وآخرت کی کامیابی حاصل کرسکتا ہے۔اور ان کی نافرمانی بربادی اور خسران کی سبب ہے۔اللہ تعالی سے دعا گوہوں کہ وہ ہم سب کو اپنی اطاعت کے ساتھ ساتھ ماں باپ کی فرمابرداری کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

از قلم: محمد عارف قاسمی، ریاض

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔امابعد

والدین کے ذمہ اولاد کے حقوق

ہمارے معاشرہ میں عوام وخواص کے درمیان سب سے زیادہ جوموضوع زیر بحث رہتا ہے وہ ہے اولاد کے ذمہ والدین کے حقوق، بہت کم افراد اس جانب توجہ دیتے ہیں کہ والدین کے ذمہ اولاد کے کیا حقوق ہیں۔اس زوال پذیر معاشرہ میں ہر شخص کے زبان پر یہی شکایت ہوتی ہے کہ اس کی اولاد نافرمان ہے، قطع نظر اس سے کہ اس نے اپنے اولاد کے حقوق مکمل طریقے سے ادا کئے کہ نہیں۔اگر ہر شخص شریعت کے بتائے ہوئے اصولوں پر اپنی اولاد کی پرورش وپرداخت اور تعلیم وتربیت کا انتظام کرے تو اسے اس شکایت بے جا کی نوبت ہی نہیں آئے گی کہ اس کی اولاد نافرمان ہے۔

نیک اولاد والدین کے لیے عظیم نعمت ہے،اوراولاد نیک اس وقت ہوگی جب کہ اس کی پرورش اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق کی جائے گی۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ما من مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ اوینصرانہ اویمجسانہ** ،(متفق علیہ) کہ ہر بچہ اپنی فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے اس کے والدین اسے یہودی،نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں۔اس حدیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بچہ کا ذہن ودماغ کورے کاغذ کی مانند ہوتا ہے،اس کے والدین بچپن میں اس کے ذہن ودماغ پر جونقش کردیتے ہیں اس کا اثر آخر عمر تک رہتا ہے۔اولاد کی ذمہ داریوں کا سلسلہ اگر صحیح معنوں میں دیکھا جائے تو شادی سے پہلے سے ہی شروع ہوجاتا ہے اوراولاد کی شادی تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے،اوراس دوران والدین کی ذراسی کوتاہی اولاد کو تباہی تک پہونچانے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

ذیل میں ہم ان حقوق پر تفصیل سے گفتگو کریں گے جو والدین کے ذمہ ہیں۔

پیدائش سے قبل اولادکے حقوق:

اولاد کا سب سے پہلا حق اچھی اور نیک شریک حیات کا انتخاب: جب انسان شادی کا ارادہ کرے تو سب سے پہلے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق اپنے لیے شریک حیات کا انتخاب کرے تاکہ اس کے ذریعہ اس کی آنے والی نسل نیک صالح اوراسلام پر ثابت قدم رہنے والے ہوں، صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت سے چار خوبیوں کی وجہ سے شادی کرو۔۱۔حسن وجمال کی وجہ سے۔۲حسب ونسب کی وجہ سے۔۳۔مال ودولت کی وجہ سے۔۴۔دین داری کی وجہ سے،اور آخر میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس کی دینداری کو باقی تینوں چیزوں پر ترجیح دو۔**عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: تنکح المرأۃ لاربع: لما لھا ولحسبھا ولجمالھا ولدینھا، فاظفر بذات الدین، تربت یداک.** (متفق علیہ) کیوں کہ جب ایک عورت خود نیک اور باکباز ہوگی تو وہ اپنے بچوں کی تربیت بھی ان ہی خطوط پر کرے گی،جوکہ بچہ کے لیے کامیابی وکامرانی کا باعث ہوگی۔اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ایک مرد کی تعلیم ایک فرد کی تعلیم ہے لیکن ایک عورت کی تعلیم ایک معاشرہ اورسماج کی تعلیم ہے،کیوں کہ بچہ کا سب سے پہلا مکتب ماں کی گود ہے اور ماں کی گود سے اسے جو تعلیم ملے گی وہی اس کے ذہن ودماغ پر آخر عمر تک نقش رہے گی۔اس سلسلہ میں دومثالیں پیش کرتا ہوں جو اپنی نوعیت کا بڑا ہی عجیب اور والدین کو دعوت فکر دیتا ہوا نظر آتا ہے۔

پہلی مثال تو مصر کے ایک مشہور سیکولر ادیب کی ہے۔جو خالص ادبی خصوصیات کے تھے مذہبی امور سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں تھی،پھر کچھ عرصہ کے بعد انہوں نے قرآن مجید کی خصوصیات پر ایک کتاب لکھی،اوراس کے مقدمہ میں لکھا کہ لوگوں کو تعجب ہوگا کہ میں جن خیالات کا حامل ہوں اوراس کے

باوجود میں یہ کتاب لکھ رہا ہوں، لیکن وجہ یہ ہے کہ جب میں بالکل بچہ تھا اور ماں کی گود میں لیٹا ہوتا تھا وہ قرآن مجید کی تلاوت کررہی ہوتی تھیں، مجھے تلاوت کی وہ آواز بہت اچھی لگتی تھی، اس کے اثر سے مجبور ہوکر قرآن مجید کے خصوصی مطالعہ کی جانب متوجہ ہوا، جو بالآخر اس کی خوبیوں پر کتاب لکھنے کا سبب بنا، اس کتاب کے بعد پھر وہ مزید دیندار بلکہ دین کے داعی بنے۔

دوسری مثال ایک ایسے شخص کی ہے جو بڑا ڈاکو تھا اور ڈاکہ زنی میں وہ ایسے جرم تک پہونچا کہ آخر اسے پھانسی کی سزا ہوئی، سزا دیے جانے سے قبل اس نے اپنی ماں سے ملنے کی خواہش ظاہر کی، ماں جب اس کے پاس لائی گئی تو اس کو اس نے اپنے بالکل قریب بلایا، اور اس کے کان کو اپنے دانتوں سے چبا ڈالا، اور کہا کہ آج میں اسی کان کی وجہ سے پھانسی پا رہا ہوں، میں نے جب بچپنے میں ہلکی پھلکی چیزیں چرائیں اور ماں کو یہ شکایت پہونچی تو ماں نے ''بچہ ہے'' کہہ کر ٹال دیا اور ان حرکتوں پر میری سرزنش نہیں کی اور میری عادت خراب ہوتی چلی گئی یہاں تک آج مجھے پھانسی دی جا رہی ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ بچہ پر سب سے زیادہ ماں کا اثر پڑتا ہے، کیوں کہ جو اصل تربیت کی عمر ہوتی ہے وہ ماں کے آنچل کے سایہ میں گذرتا ہے، اگر ماں تعلیم یافتہ، نیک و پارسا ہوگی تو اپنے بچہ کو بھی اسی سانچہ میں ڈھالے گی اور بچہ بھی اپنی ماں کی نقل میں وہ ساری خوبیاں سیکھ جائے گا جو ایک نیک انسان بننے کے لیے ضروری ہیں۔ تو اسی لیے اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اولاد کا پہلا حق جو والدین کے ذمہ ہے وہ شادی کے وقت ہی شروع ہوجاتا ہے اور وہ ہے نیک اور تعلیم یافتہ شریک حیات کی تلاش۔

اولاد کا دوسرا حق شادی کے بعد:

شادی کے بعد باپ کے ذمہ یہ حق ہے کہ جب وہ پہلی مرتبہ اپنی بیوی کے پاس جائے تو سنت نبوی کے مطابق اپنی بیوی سے ہم بستر ہو اور وہ دعا پڑھنا نہ بھولے جس میں شیطان سے پناہ مانگی گئی ہے، اور بچہ جب تک ماں کے پیٹ میں رہے ماں تمام خرافات، لہو ولعب اور منہیات کے کاموں سے پرہیز رکھے، زیادہ سے زیادہ قرآن کی تلاوت اور ذکر واذکار کا اہتمام کرے، حتیٰ کہ مشکوک اور مشتبہ غذاؤں تک سے بچے، اسلامی تاریخ میں ایسے بہت سے واقعات مذکور ہیں جس میں ماں کی نیک عادت، کثرت ذکر واذکار اور قرآن کی تلاوت نے بچہ کو دنیا میں آنے سے قبل ہی نیکی کا خوگر اور ولی اللہ بنا دیا۔ قرآن واحادیث سے یہ بات ہمیں صاف طور پر معلوم ہوتی ہے کہ نیک اولاد کی تمنا انبیاء کرام علیہ السلام کی سنت رہی ہے، جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ سے دعا مانگی: **رب ھب لی من الصالحین**، اور حضرت زکریا علیہ السلام نے یوں تمنا کی: **رب ھب لی من لدنک ذریۃ طیبۃ، انک سمیع الدعا** ۔ (القرآن) اسی لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دی کہ جب اپنی بیوی کے پاس جاؤ تو یہ دعا ضرور پڑھو: **بسم اللہ، اللھم جنبنا الشیطان وجنب الشیطان مارزقتنا** (بخاری) شروع اللہ کے نام سے، اے اللہ ہم دونوں کو شیطان سے محفوظ فرما، اور جو اولاد ہمیں دے تو اس کو بھی شیطان سے محفوظ رکھ۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس دعا کو پڑھ لینے کے بعد اس رات جو اولاد ہوگی وہ شیطانی اثرات سے محفوظ ہوگی۔

ذرا غور فرمائیں کہ آج زوال پذیر معاشرہ میں ہم کس موڑ پر کھڑے ہیں کہ آج کا جوان شادی کی پہلی رات کو عیش وطرب اور موج ومستی کی رات سمجھتا ہے اور مختلف طرح کے نشوں میں دھت وہ یہ بھول جاتا ہے کہ آج وہ ایک نئی نسل کی بنیاد رکھنے جارہا ہے اور ایسے حالات میں جو بنیاد رکھی جائے گی اس کا کیا حشر ہوگا، وہ آج ہماری نظروں کے سامنے ہے۔ فارسی کا ایک شعر ہے جو بالکل برمحل ہے۔

خشت اول چوں نہد معمار کج — تا ثریا می رود دیوار کج

جب پہلی ہی اینٹ معمار ٹیڑھی رکھتا ہے تو ثریا تک بھی وہ دیوار چلی جائے تو ٹیڑھی ہی ہوگی۔

پیدائش کے بعد اولاد کا پہلا حق: اذان اور تکبیر

بچہ کی پیدائش کے بعد والدین کی سب سے پہلی ذمہ داری ہے کہ اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہی جائے تاکہ دنیا میں آنکھیں کھولتے

ہی اس کے کانوں میں جوسب سے پہلی آواز جائے وہ اللہ کی بڑائی اور توحید کی گونج ہو۔حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے کان میں اس وقت اذان دی جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں جنم دیا۔(ابوداؤد،ترمذی)

دوسرا حق: تحنیک

تحنیک کا مطلب ہے کھجور کو اچھی طرح چبا کر بچہ کے منہ میں ڈالنا اور ہونٹوں پر رگڑنا ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی نیک اور بزرگ شخصیت کے پاس بچہ کو لے جایا جائے اور اس کے ذریعہ تحنیک اور برکت کی دعا کرائی جائے اور نام رکھوایا جائے ،اگر کھجور نہ ملے تو کسی بھی میٹھی چیز سے تحنیک کرائی جاسکتی ہے۔حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے ہاں لڑکا ہوا، میں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا، آپ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور کھجور سے اس کی تحنیک کی ،اور اس کے لیے برکت کی دعا کی ، پھر میرے حوالہ کیا، راوی کہتے ہیں کہ یہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا سب سے بڑا لڑکا تھا۔ (بخاری)

تیسرا حق: عقیقہ کرنا اور نام رکھنا

عقیقہ کے لغوی معنی کاٹنے اور ذبح کرنے کے ہیں، اور شرعی اصطلاح میں نومولود کی جانب سے اس کی پیدائش کے ساتویں دن جو بکرا یا بکری ذبح کیا جائے اسے عقیقہ کہتے ہیں، یہ مسنون ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے متواتر روایات سے ثابت ہے۔

حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر بچہ اپنا عقیقہ ہونے تک گروی ہے، اس کی جانب سے ساتویں دن جانور ذبح کیا جائے گا، اس دن اس کا نام رکھا جائے گا اور سر منڈوایا جائے گا۔ (ترمذی)

عام طور سے یہ دیکھا گیا ہے کہ لوگ عقیقہ میں بڑی سستی اور کوتاہی برتتے ہیں جس کا خمیازہ نومولود کو بھگتنا پڑتا ہے، آج کل بچہ کی پیدائش کے بعد جتنا خرچ ڈاکٹر کے پاس کردیتے ہیں اس سے کم میں وہ مسنون طریقہ سے عقیقہ کرسکتے ہیں، لیکن وہ اس بات کو نہیں سمجھ پاتے ہیں اور ڈاکٹر کی جھولی بھرتے چلے جاتے ہیں، اسی طرح عقیقہ مسنونہ کو آج کل لوگوں نے شاہی دعوت بنادیا ہے کہ پڑوس کے غریبوں اور رشتہ داروں کو نظرانداز کرکے دور کے امیر اور سیٹھ لوگوں کو دعوت میں بلایا جاتا ہے اور اخبارات کے ذریعہ اس کی خوب تشہیر کی جاتی ہے، ظاہر ہے اس کا وبال بھی بچہ کے گلے پڑجاتا ہے۔عقیقہ کے بعد بچہ کا نام رکھنا مسنون ہے، جیسا کہ ابھی حدیث میں آپ نے پڑھا۔نام رکھنے کے بارے میں بھی ہمارے معاشرہ میں بڑی کوتاہی اور لاپرواہی برتی جاتی ہے اور اس میں بڑی بے احتیاطی سے کام لیتے ہوئے بچہ کا نام ایسا رکھ دیتے ہیں جس کا یا تو سرے سے کوئی معنی ہی نہیں ہوتا یا پھر غیروں سے مشابہت ہونے کی وجہ سے نام سن کر سمجھ میں ہی نہیں آتا کہ آیا یہ مسلمان کا بچہ ہے یا پھر؟

نام والدین کی جانب سے بچہ کے لیے سب سے پہلا تحفہ ہے، اور یہ تحفہ جتنا اچھا ہوگا اس کی آنے والی زندگی پر اس کا اتنا ہی اچھا اثر پڑے گا۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی سب سے پہلا تحفہ اپنے بچہ کو نام کا دیتا ہے، اس لیے چاہیے کہ اس کا نام اچھا رکھے۔

ایک دوسری روایت میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء کے ناموں پر اپنے نام رکھو، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہترین نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں، اور سب ناموں سے سچے نام حارث و ہمام ہیں اور سب سے برے نام حرب اور مرہ ہیں۔ (ابوداؤد)

اچھا اور پسندیدہ نام رکھنے کے سلسلہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد احادیث مروی ہیں، ایک حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن تم اپنے اور اپنے آباء کے نام سے پکارے جاؤ گے لہذا اچھے نام رکھا کرو۔(رواہ احمد) ایک دوسری حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نام رکھنے کو والدین کا حق قرار دیا ہے اور فرمایا کہ باپ پر بچہ کا یہ بھی حق ہے کہ وہ اس کا نام اچھا رکھے اور اس کو حسن ادب سے آراستہ کرے۔(رواہ ابوالشیخ)

آج کل ہمارے معاشرے میں نام رکھنے کا ایک عجیب وغریب چلن ہے، ایسے حضرات جو جدید فیشن اور فلمی ستاروں کے دلدادہ ہیں وہ بغیر اس بات کی پرواہ کیے کہ اس کا اثر بچہ پر کیا پڑے گا وہ فلمی ہیرو اور ہیروئینوں کے نام پر اپنے بچوں کا نام رکھ دیتے ہیں، یا اس طرح کے مہمل اور اوٹ پٹانگ نام جیسے: گڈو، پپو، چنٹو، منٹو اور ڈبلو وببلو وغیرہ، ذرا غور کریں ان ناموں سے کیا آپ یہ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ مسلمان کا بچہ ہے یا کسی اور کا؟ اسی طرح کچھ ایسے لوگ جو بزعم خود اپنے کو کچھ زیادہ ہی مذہب پسند اور قرآن کا پیرو سمجھتے ہیں وہ قرآن سے نام رکھتے ہیں، قرآن سے نام رکھنا ظاہر سی بات ہے خیر و برکت کا سبب ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ نام بامعنی اور پسندیدہ ہو، کیوں کہ ایسے لوگ نام رکھنے میں یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں کہ قرآن کا کوئی صفحہ کھولا اور اس کے شروع یا آخر میں جو لفظ ملا آنکھ بند کرکے فال کی طرح اس پر انگلی رکھ دی، اب جس لفظ پر انگلی رکھا اسی کو نام کے لیے منتخب کرلیا جیسے کہ :فیہا، بقرہ، ہامان، حمار وغیرہ۔ اور اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ بھائی یہ تو غلط ہے تو وہ بات سمجھنے کے بجائے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ آپ قرآن کے نام کو غلط قرار دے رہے ہیں، اب گویا آپ ان کی نظر میں قرآن کی مخالفت کرنے والے ہو گئے۔ اس سلسلہ میں ایک بڑا دلچسپ واقعہ کسی مجلّہ میں نظر سے گذرا، کہ کسی گاؤں میں ایک بوڑھی بی تھیں جو تھوڑا بہت قرآن پڑھنا جانتی تھیں، ان کے یہاں جب پہلی بچی پیدا ہوئی تو انہوں نے اس کا نام رکھنے کے لیے قرآن سے سورۂ کوثر کا انتخاب کیا، پہلی بچی کا نام کوثر رکھا، دوسری بچی کا نام 'وانحر' رکھا اور تیسری بچی کا نام ابتر رکھا، اب بھلا غور کریں کہ پہلا اور دوسرا نام کسی حد تک تو صحیح ہیں لیکن تیسرا نام تو معنی کے اعتبار سے بہت ہی بدتر ہیں۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم بچہ کو پہلا تحفہ نہایت ہی خوبصورت دیں جس سے معاشرہ میں اس کی اچھی شناخت ہو اور قیامت کے دن بھی اچھے ناموں سے پکارا جائے۔ ناموں کے سلسلہ میں پھیلی اس کوتاہی کی جانب ہمیں خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے تمام ناموں کو بدل دیتے تھے جو مہمل اور غلط معنی کے ہوتے تھے، اسی طرح ناموں کے سلسلہ میں ہمیں ایک کام اور بھی کرنے کی ضرورت ہے وہ ہے انبیاء اور صحابہ کرام کے ناموں کے رکھنے کا رواج عام کریں، اور ایسے تمام نام جو متروک ہو چکے ہیں انہیں ہم پھر سے رکھنا شروع کریں، جیسے نوح، ہود، ذوالکفل، لوط وغیرہ۔

چوتھا حق: تعلیم وتربیت

والدین کے ذمہ یہ ایک ایسا حق ہے جسے اگر والدین نے صحیح طریقہ سے ادا کیا تو اس کے ذریعہ ایک اچھے نسل کی بنیاد پڑے گی اور اگر اس حق میں ذرا بھی کوتاہی اور غفلت برتی گئی تو پھر نہ جانے اس کا خمیازہ آنے والی کتنی نسلوں کو بھگتنا پڑے۔ اولاد کی تعلیم وتربیت یقیناً ایک بڑا ہی اہم اور نازک مسئلہ ہے، جسے بڑی ہی دانشمندی اور ہوشیاری سے انجام دینا چاہیے۔ اولاد کی تعلیم وتربیت میں ابتدائی دنوں میں تو ماں کا کردار سب سے اہم ہوتا ہے، لیکن بچہ کی بڑھتی عمر کے ساتھ ساتھ وہ ذمہ داری باپ کی جانب منتقل ہوتی جاتی ہے، جس کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اشارہ کیا ہے: **الا کلکم راع و کلکم مسؤل عن رعیته، والامیر راع، والرجل راعی علیٰ اهل بیته، والمرآۃ راعیة علیٰ بیت زوجها وولده، وکلکم راع وکلکم مسؤل عن رعیته.** (متفق علیہ: عن ابن عمر رضی اللہ عنہما) تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور اپنی ذمہ داری کے متعلق پوچھا جائے گا، امیر اپنی رعیت کا، اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور بچوں کی ذمہ دار ہے، اس طرح تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور اپنی ذمہ داری کے متعلق اس سے سوال کیا جائے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کی دینی وایمانی تربیت باپ کی ذمہ داری ہے اور اس تعلق سے وہ اللہ کے پاس جوابدہ ہے۔

"عن ابی موسی الاشعری رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: ما نحل والدولدامن نحل افضل من ادب حسن" (ترمذی) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی باپ نے اپنے بیٹے کو اچھے ادب سے زیادہ بہترین عطیہ نہیں دیا۔ ایک دوسری حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کی اچھی تعلیم وتربیت کو ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر قرار دیا ہے: **لان یودب الرجل ولده خیر من ان یصدق بصاع** (ترمذی) آدمی اپنی اولاد کو تعلیم وتربیت دے یہ اس کے لیے ایک صاع صدقہ

کرنے سے بہتر ہے۔ایک دوسری روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی اولاد کی عزت کرواوران کی اچھی تربیت کرو"اکرموا اولادکم واحسنوا ادبهم" (ابن ماجہ)۔حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اپنے اہل وعیال کو بھلائی کی تعلیم دواورانہیں ادب سکھلاؤ۔

اولاد کی تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں بہت ساری احادیث وارد ہوئی ہیں اسی طرح حکماء کے بھی بہت اقوال ملتے ہیں،اولاد کی تربیت کس عمر سے کرنی چاہیے اس میں ماہرین کے مختلف خیالات ہیں، کچھ لوگوں کا ماننا ہے کہ بچہ جب بولنا شروع کرے اسی وقت سے والدین کو چاہیے کہ بچہ کی تربیت اس طور پر شروع کریں کہ سب سے پہلے اسے اللہ اور رسول کا نام سکھائیں، اسے کلمہ یاد کرائیں تاکہ بچپن سے ہی وہ توحید کا خوگر ہوجائے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ بچپن میں بچہ کا دل سیاہ تختی کی مانند ہوتا ہے آپ اس پر جو لکھ دیں گے وہ آخر عمر تک باقی رہے گا،اور ہمیشہ اس کے اثرات کی لذت وحلاوت اپنے دین وایمان سے دور ہونے سے روکتا رہے گا،آج اس کے برعکس ہمارے روشن خیال گھروں میں بچوں کو پہلے گانے اور ڈانس کرنے کی تربیت دی جاتی ہے،تو ظاہر ہے جب عمارت کی بنیاد ہی غلط رکھی جائے گی تو وہ عمارت آخر تک غلط ہی تعمیر ہوگی۔

اولاد کی تربیت کے سلسلہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک طول حدیث ہے جسے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بچے کا ساتویں دن عقیقہ کیا جائے،اس کا نام رکھا جائے،اس کے بال مونڈے جائیں،جب وہ چھ سال کا ہوجائے اسے ادب سکھایا جائے،جب نوسال کا ہوجائے تو اس کا بستر الگ کردیا جائے،اور جب تیرہ سال کا ہوجائے تو نماز نہ پڑھنے پر مارا جائے،جب وہ سولہ سال کا ہوجائے تو باپ اس کی شادی کردے،پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر کہے: میں نے تیری تربیت کی، تجھے تعلیم دی،اور تیری شادی کردی،اوراب میں تیری دنیوی آزمائش اور اخروی عذاب سے اللہ کی حفاظت طلب کرتا ہوں۔عن انس رضی الله عنه عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه قال: الغلام یعق عنه یوم السابع،ویسمی،ویماط عنه الاذی،فاذابلغ ست سنین ادب،واذابلغ تسع سنین عزل عن الفراش،فاذابلغ ثلاث عشرة سنة ضرب علی الصلوٰة والصوم، فاذابلغ ستة عشرة سنة زوجه ابوه، ثم اخذبیده، وقال قد ادبتک وعلمتک،وانکحتک،واعوذبالله من فتنتک فی الدنیاوعذابک فی الآخرة" (ابن حبان)

امیر المومنین حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص اپنے بچے کی نافرمانی کی شکایت لے کر آیا،آپ نے اس کے لڑکے کو اپنے پاس بلایا اوراسے اپنے باپ کی نافرمانی اوراس کے حقوق سے لاپرواہی پر ڈانٹ پلائی،لڑکے نے آپ سے پوچھا: اے امیر المومنین کیا بیٹے کا باپ پر بھی کوئی حق ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں؟اس نے کہا: اگر ہے تو آپ بتائیں؟ آپ نے فرمایا: ان ینتقی امه،ویحسن اسمه،ویعلمه القرآن،اس کے لیے ایک پاکیزہ ماں کا انتخاب کرے،اس کا نام اچھا رکھے،اوراسے قرآن سکھائے۔لڑکے نے کہا: امیر المومنین: میرے باپ نے ان تینوں میں سے ایک بھی ادا نہیں کیا،میری ماں ایک مجوسی سوڈانی کی لڑکی تھی،اورانہوں نے میرا نام جعل (گوبر میں رہنے والا کالا کیڑا) رکھا،اور مجھے قرآن مجید کا ایک حرف بھی نہیں سکھایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر باپ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: جئت الی تشکو عقوق ابنک،وقدعققه قبل ان یعقک،وأسأت الیه قبل ان یسئی الیک" تم اپنے لڑکے کی نافرمانی اوراس کے برے سلوک کی شکایت لے کر آئے ہو،جب کہ تم نے اس کے حقوق کے بارے میں (رب) کی نافرمانی کی اوراس سے پہلے کہ وہ تمہارے ساتھ برا معاملہ کرتا تم نے خوداس کے ساتھ برا سلوک کیا۔ (تربیۃ الاولاد فی الاسلام)

اولاد کی تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں ایک اوراہم بات ہے وہ یہ کہ بچہ کی تعلیم کے لیے کس ذریعہ تعلیم کا انتخاب کیا جائے،آیا اسے دینی تعلیم سے آراستہ کرکے ایک حافظ، عالم ،مفتی اوردین کا داعی بنایا جائے یا اسے کسی ماڈرن کانوینٹ اسکول میں داخلہ کراکے ڈاکٹر،انجینیر اوردنیاوی علوم کا ماہر پروفیشنل بنایا جائے،اس سلسلہ میں صرف ایک بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ آپ چاہے اسے کچھ بھی بنائیں،عالم حافظ یا ڈاکٹر انجینئر۔بس اتنا یادرکھیں کہ اسے

ملحد اور دنیا کا دیوانہ نہ بنائیں بلکہ دین پر چلنے والا ایک سچا پکا مسلمان اور مومن بنائیں۔اور اس کے لیے ضروری ہے کہ اسے بچپن میں ہی اسلامی اصولوں کے مطابق تعلیم وتربیت سے اس طرح آراستہ کریں کہ وہ دنیا کے کسی بھی حصہ میں کسی بھی ماحول میں کام کرے اپنے مذہب اور اپنے عقیدہ پر پوری طرح عمل پیرا رہے۔اور اس کے لیے ضروری ہے کہ حدیث کے مطابق والدین کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے اولاد کو دین کی اتنی تعلیم ضرور دے جو اس کا فرض ہے، جس کے مطابق وہ اپنی روزمرہ کی ضروریات کو دین کے مطابق حل کر لے۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:**طلب العلم فريضة علىٰ كل مسلم ومسلمة.** (الحدیث) اگر آپ بچہ کی تربیت بچپن ہی میں اسلامی اصولوں کے مطابق کریں گے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ آگے کون سی تعلیم حاصل کررہا ہے، اور کس ماحول میں رہتا ہے۔اسی لیے آپ بچہ کو کچھ بھی تعلیم دیں بس اتنا خیال رکھیں کہ وہ مسلمان رہے۔

پانچواں حق: شادی

تعلیم وتربیت کے بعد والدین کے ذمہ اولاد کا آخری اور اہم حق ان کی شادی کا رہتا ہے، جیسا کہ اس سے قبل تعلیم وتربیت کے عنوان سے آپ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک طویل حدیث پڑھی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر میں فرمایا کہ:**فاذابلغ ستة عشرة سنة زوجه ابوه،ثم اخذبيده،وقال قد ادبتك وعلمتك،وانكحتك،واعوذبالله من فتنتك في الدنياوعذابك في الآخرة**"(ابن حبان) جب وہ سولہ سال کا ہوجائے تو باپ اس کی شادی کردے، پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر کہے: میں نے تیری تربیت کی، تجھے تعلیم دی، اور تیری شادی کردی، اور اب میں تیری دنیوی آزمائش اور اخروی عذاب سے اللہ کی حفاظت طلب کرتا ہوں۔

شادی کے معاملہ میں ہمارے اسلاف کا طریقہ رہا ہے کہ انہوں نے ہمیشہ شادی کے لیے لڑکی کے انتخاب میں دینداری اور شرافت کو ترجیح دی ہے، اس سلسلہ میں امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا واقعہ بہت مشہور ہے، کہ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المومنین تھے تو مسلمانوں کے حالات کا جائزہ لینے کے لیے رات کو چھپ کر مدینہ کا گشت کیا کرتے تھے تاکہ یہ جان سکیں کہ مسلمان کن حالات میں زندگی گذار رہے ہیں کہیں وہ کسی پریشانی میں تو مبتلا نہیں اور کسی وجہ سے ان تک خبر نہیں پہونچ پا رہی ہے، اسی ضمن میں ایک رات جب وہ گشت کررہے تھے تو ان کا گذر ایک ایسے گھر پر ہوا جس میں سے کچھ آوازیں آرہی تھیں آپ وہ آواز سننے کے لیے دیوار کا سہارا لے کر کھڑے ہوگئے اور سننے لگے، گھر میں ایک ماں اپنی جوان بیٹی سے کہہ رہی ہے، کہ بیٹی آج اونٹنیوں نے دودھ کم دیا ہے، اس لیے تم دودھ میں تھوڑا پانی ملا دو تاکہ گاہکوں کو دودھ برابر مل جائے، بیٹی نے کہا: کہ امی امیر المومنین کا حکم ہے کہ فروخت کرنے کے دودھ میں پانی نہ ملایا جائے، ماں نے کہا کہ اس وقت کونسا امیر المومنین ہے جو تجھے دیکھ رہا ہے، بیٹی اللہ والی تھی، اس نے جواب دیا: اگر امیر المومنین عمر بن خطاب نہیں دیکھ رہا ہے تو عمر کا رب تو ضرور دیکھ رہا ہے، میں یہ جرم ہرگز نہیں کرسکتی، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب لڑکی کی یہ بات سنی تو رو پڑے، دوسرے دن لڑکی کے متعلق معلومات جمع کیں، پھر اپنے لڑکوں کو اکٹھا کیا اور فرمایا:"میرے بچو! گذشتہ رات میں نے ایک دین دار لڑکی کی یہ یہ باتیں سنیں، اللہ کی قسم! اگر مجھ میں جوانی ہوتی تو ضرور اسے اپنے گھر میں بیوی بنا کر لاتا، لیکن میں بوڑھا ہوچکا ہوں، میری ہڈیاں کمزور ہوچکی ہیں، اب مجھ میں یہ صلاحیت نہیں کہ میں کسی جوان لڑکی سے شادی کروں، لیکن میں نہیں چاہتا کہ وہ لڑکی ضائع جائے، بلکہ میں اسے بہو بنا کر اپنے گھر میں لانا چاہتا ہوں، آپ کی یہ باتیں سن کر حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا: اباجان! اس لڑکی سے میں شادی کروں گا، آپ نے اس لڑکی کا اپنے بیٹے سے نکاح کردیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس سے ایک بچی پیدا ہوئی اور اس بچی سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے، جنہیں بالاتفاق پانچواں خلیفۂ راشد تسلیم کیا گیا ہے۔جنہوں نے اپنے دوڈھائی سال کے دور حکومت میں اپنے پرنانا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور حکومت کا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کردیا۔(تربیۃ الاولاد فی الاسلام)

الغرض اگر والدین اپنی اولاد کے لیے قرآن وحدیث کے مطابق تعلیم وتربیت کا نظم کریں اور حدیث میں بتائے گئے معیار کے مطابق اپنی اولاد کی شادی کریں تو اس سے ایک ایسا معاشرہ تشکیل پائے گا جہاں صرف اور صرف اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی گذارنے والے افراد ہوں گے، جہالت

اور دیگر معاشرتی برائیوں سے پاک صاف ایک دیندار اور صالح معاشرہ تعمیر ہوگا جو اسلام کے اولین دور کی یاد دلائے گا۔

آخر میں ایک اور اہم بات کی جانب توجہ دلانا چاہوں گا جس میں عموماً آج کل کے والدین کوتاہی برتتے ہیں، سب سے پہلی بات تو یہ کہ لڑکا اور لڑکی کے درمیان تفریق نہ کریں کیوں کہ لڑکی کی پرورش و پرداخت کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بشارت دی ہے کہ جس نے لڑکی کی پرورش کی اور اسے اچھی تعلیم وتربیت سے آراستہ کیا وہ جنت میں میرے ساتھ ایسے رہے گا اور اپنی دونوں انگلیوں کا اشارہ کیا (الحدیث) اسی طرح بچوں کے درمیان کسی قسم کی تفریق نہ کریں بلکہ تمام بچوں کو ایک نگاہ سے دیکھیں اور مساوات و برابری کا برتاؤ کرے، کیوں کہ بسا اوقات بچوں میں تفریق کرنے پر بچے احساس کمتری کا شکار ہوجاتے ہیں اور پھر زندگی میں کچھ تعمیری کام کرنے کے بجائے تخریبی مشاغل میں لگ جاتے ہیں جس سے معاشرہ اور سماج کو نقصان پہونچنے کے ساتھ ساتھ قوم کے لیے بھی وہ بچہ ناسور بن جاتا ہے، اسی لیے ہمیشہ کوشش کریں کہ تمام بچوں کے ساتھ یکساں برتاؤ کریں اور خود بچوں کو بھی آپس میں بھائی چارگی اور محبت استوار کرنے کی تلقین کرتے رہیں اور اس کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ آپ خود عملی طور پر یہ کرکے دکھائیں۔ اللہ ہم سب کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق زندگی گذارنے کی توفیق عنایت فرمائیں اور ہمیں اپنی اولاد کو صحیح راستہ دکھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اللهم احسن عاقبتنافی الامور کلها.

غفران ساجد قاسمی، حی النسیم، ریاض۔ سعودی عرب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حقوق الاولاد

والدین جو کہ سر پرست اعلیٰ ہیں ان کی منجملہ ذمہ داریوں میں سے یہ ہے کہ اپنے گھر والوں کو دین کی راہ پر لانے کی پوری کوشش کریں، ان کے حالات پر پوری نگاہ رکھیں، پیار و محبت سے ان کو سمجھائیں، کوتاہی کرنے پر ڈانٹیں ڈپٹیں، فرائض و واجبات میں سستی کرنے پر تنبیہ کریں اور اللہ کے راستے میں جو بھی مشقت پیش آئے اس کو برداشت کریں چنانچہ ارشاد ربانی ہے: **یا ایھا الذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا** (سورۃ التحریم ٦) اے ایمان والوں اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم سے بچاؤ۔

حضرات فقہاء نے اس آیت سے ثابت کیا ہے کہ ہر شخص پر فرض ہے کہ اپنی بیوی اور اولاد کو فرائض شرعیہ اور حلال وحرام کے احکام کی تعلیم دے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے۔ (معارف القرآن حضرت مفتی شفیع صاحبؒ)

حضرت معاذؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دس ١٠ باتوں کی وصیت فرائی، ان میں سے یہ ہے کہ تربیت کی غرض سے اپنی لاٹھی اپنے گھر والوں سے نہ اٹھاؤ (یعنی ان پر اپنا دباؤ باقی رکھو، غفلت ولا پرواہی کی صورت میں مناسب تنبیہ کرو) اور اللہ تعالی کے احکام کے بارے میں ان کو ڈراتے سمجھاتے رہو۔ (یعنی اپنے اہل وعیال کو خلاف شرع باتوں پر عذاب الٰہی سے ڈراتے اور سمجھاتے رہو تا کہ خواہش نفس سے مغلوب ہو کر وہ اپنی آخرت خراب نہ کرسکیں)۔

عن ابن عباس عن النبی ﷺ انه قال : (من حق الولد علی الوالد ان یحسن ادبه ویحسن إسمه) بیٹے کا باپ پر حق یہ ہے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اسے بہترین ادب سکھائے۔ (بیہقی)

عن انسؓ عن النبیﷺ انه قال الغلام یعق عنه یوم السابع ویسمی ویماط عنه الأذی فإذبلغ ست سنین ادب واذا بلغ تسع سنین عزل عن الفراش فإذا بلغ ثلاثةعشر سنة ضرب علی الصلاة والصف واذا بلغ ستة عشر سنة زوجه ابوه ثم اخذبیده وقال ادبتک وعلمتک وانکحتک واعوذ بالله من فتنتک فی الدنیا وعذابک فی الاخرة (ابن حبان)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: بچے کا ساتویں دن عقیقہ کیا جائے، اس کا نام رکھا جائے، اس کے بال مونڈ دیئے جائیں، جب وہ چھ ٦ سال کا ہو جائے تو اسے ادب سکھایا جائے۔ جب نو سال کا ہو جائے تو بستر الگ کر دیا جائے۔ جب تیرہ ١٣ سال کا ہو جائے تو نماز نہ پڑھنے پر مارا جائے۔ جب وہ سولہ سال کا ہو جائے تو باپ اس کی شادی کر دے، پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر کہے: میں نے تیری تربیت کی اور تجھے تعلیم دی اور تیری شادی کر دی اب میں تیری دنیوی آزمائش اور اخروی عذاب سے اللہ کی حفاظت طلب کرتا ہوں۔

اسی طرح بچوں کے درمیان عدل و مساوات ضروری ہے کسی کو کسی پر ترجیح دینے میں آپس میں حسد بغض پیدا ہوگا۔

عن نعمان بن بشیرؓ ان اباه اتی به رسول الله ﷺ فقال: إنی نحلت ابنی هذا غلاما کان لی ، فقال رسول الله ﷺ اَ کل

ولدک نحلته مثل هذا فقال : لا ، فقال رسول الله ﷺ إرجعه (متفق علیہ)
حضرت نعمان بن بشیرؓ سے مروی ہے کہ میرے والد مجھے لے کر رسول اللہ ﷺ کے خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا میں نے اپنے اس لڑکے کو اپنا غلام عطیہ میں دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے اپنے سارے لڑکوں کو اس طرح دیا ہے، انہوں نے کہا: نہیں، پھر آپ نے فرمایا تم اپنا عطیہ واپس لے لو۔
عن انسؓ قال : کان رجل جالسا مع النبی ﷺ فجاء ابن فأخذه فقبله ثم اجلسه فی حجره وجائت ابنة له فأخذها ابی جنبه فقال رسول الله ﷺ " الا عدلت بینهما،، یعنی ابنه ابنته فی تقبیلهما. دیکھئے رسول اللہ ﷺ نے بیٹے کو پیار کرنے اور بیٹی کو پیار نہ کرنے پر بے انصافی کا حکم صادر فرمایا۔

یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ اولاد کی تربیت میں باپ کی سب سے زیادہ ذمہ داری ہے، اس لئے کے باپ سے فطرۃً اولاد ڈرتی اور لحاظ کرتی ہے۔ آپ ﷺ نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا : **کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته والامیر راع ومسئول علی رعیته والرجل راع علی اهل بیته والمرأة راعیة علی بیت زوجها وولده فکلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته .**
تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور اپنی ذمہ داری کے متعلق پوچھا جائے گا۔ امیر اپنی رعیت، مرد اپنے اہل وعیال اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور بچوں کی ذمہ دار ہے۔ اس طرح تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور اپنی ذمہ داری کے متعلق پوچھا جائے گا۔ (متفق علیہ عن ابن عمر)

اس عظیم حدیث سے معلوم ہوا کہ اولاد کی دینی وایمانی تربیت باپ کی ذمہ داری ہے، اور اس تعلق سے وہ امام رب العالمین جوابدہ ہے (اللہ کے سامنے جواب دہ ہوگا)
عن ابی موسی الاشعریؓ ان رسول الله ﷺ قال : ما نحل والد ولدا من نحل افضل من ادب حسن (رواہ الترمذی) حضرت ابوموسی اشعریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی باپ نے اپنی اولاد (بیٹے) کو اچھے ادب سے زیادہ بہترین تحفہ وگفٹ نہیں دیا۔
آج ہم لوگ سفر جاتے وقت اپنی اولاد کیلئے بہت ساری چیزیں (تحائف گفٹ وغیرہ) خریدتے ہیں اور ان کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ یہ تحفہ عطیہ درحقیقت اسلامی تحفہ اور عطیہ نہیں ہے، اسلامی شرعی تحفہ اپنی اولاد کو ادب حسن ونمایاں اخلاق سے مزین کرنا ہے۔ اس بیش بہا تحفہ کی لائف موت تک ہے موت کے بعد آخرت میں دخول جنت کا سبب بنے گا۔

عن ابن عباس عن الرسول الله ﷺ انه قال (اکرموا اولادکم واحسنوا ادبهم) تم اپنی اولاد کی قدر کرو اور ان کی اچھی تربیت کرو (رواہ ابن ماجہ)
عن علی انه قال علموا اولادکم واهلیکم الخیر وادبوهم . اپنے اہل واولاد کو بھلائی کی تعلیم دو اور انہیں ادب سکھلاؤ (اخرجہ ابن عبدالرزاق فی مسندہ)

قابل لحاظ ذمہ داری: عام طور پر بچے سات سال کی عمر میں سمجھدار ہوجاتے ہیں اس وقت ان کو خدا پرستی کے راستے پر ڈالنا چاہئے اور ان کو نماز پڑھنے کی ترغیب دینی چاہئے، دس سال کی عمر ان کو شعور کافی پختہ ہوجاتا ہے اور بلوغ کا زمانہ قریب آجاتا ہے اس لئے نماز کے بارے میں ان پر سختی کرنی چاہئے نیز اس عمر کو پہنچ جانے پر ان کو الگ الگ لٹانا چاہئے، ایک ساتھ ایک بستر پر لٹانے میں مفاسد کا اندیشہ ہے۔

لہذا لڑکا ماں کے ساتھ اور لڑکی باپ کے ساتھ نہ لیٹیں، اسی طرح بڑی عمر کے بھائی بہن بھی ایک ساتھ نہ لیٹیں، نہ دو بھائی اور دو بہنیں بڑی عمر والی ایک ساتھ سوئیں، ہاں اگر ایک بھائی یا بہن کی عمر دس سال یا زیادہ ہے دوسرے بھائی یا بہن کی عمر دس سال سے کم ہے تو وہ ایک ساتھ لیٹ سکتے ہیں۔

آیئے آخر میں مختصراً کچھ باتوں کا جائزہ لیں اور دیکھیں ہم نے اس بھاری ذمہ داری کی جواب دیہی کیلئے کتنی تیاری کی ہے:۔

۱ اپنے اہل خانہ سے گفتگو کے دوران آپ کا لہجہ ویسا ہی میٹھا اور نرم ہوتا ہے جیسا باہر کے لوگوں کے ساتھ دوران گفتگو ہوتا ہے؟

۲ آپ ان کی رائے پر بھی اعتماد کرتے ہیں؟

۳ کبھی آپ کو اپنی کمزوریاں بھی نظر آئیں یا قصور اکثر اہل خانہ کا ہوتا ہے؟

۴ کیا واقعی آپ کی گھر میں موجودگی اہل خانہ کیلئے باعث خوشی ہوتی ہے؟

۵ کیا ان کے جائز اخراجات میں کمی تو نہیں کرتے ہیں؟ جب کہ آپ کو اس کی استطاعت ہے۔

اگر ہم ان ذمہ داریوں کو نبھار ہے ہیں تو بلا شبہ یوم القیامہ عظیم اجر کے مستحق ہوں گے جیسا کہ ابوداؤد کی حدیث ہے:(من قرء القرآن وعمل بما فیہ البس والداہ تاجاً یوم القیامۃ ضوءہ احسن من ضوء الشمس فی بیوت الدنیا، لوکانت لکم فما ظنکم بالذی عمل بھذا۔

جس نے قرآن شریف پڑھا، اس میں جو کچھ ہے اس پر عمل کیا، اس کے والدین کو قیامت کے دین ایک ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے بھی زیادہ خوبصورت ہوگی، جبکہ سورج تمہارے گھر میں ہو۔ پھر تمہارا کیا خیال ہے اس شخص کے بارے میں جس نے خود قرآن پر عمل کیا۔

اس کے علاوہ جو حضرات اپنی ذمہ داری عدل وانصاف اور خدا ترسی کے ساتھ انجام دیں گے اللہ تعالی آخرت میں انکا اعزاز و اکرام کریں گے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

بیشک عدل وانصاف کرنے والے حضرات اللہ کے یہاں نور کے منبر پر ہوں گے اور اللہ تعالی کی دائیں طرف ہوں گے، اللہ تعالی کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے فیصلوں میں، اپنے اہل وعیال کے معاملات میں اور اپنے اختیارات میں عدل اور انصاف سے کام لیتے ہیں۔ (مسلم)

اولاد کیلئے والدین اور والدین کے لئے اولاد دنیا کی بہت بڑی نعمت ہے لہذا ہر کسی کو اس معاملے میں اللہ رب العزت کا شکر گذار ہونا چاہئے۔ قرآن کریم ہمیں ایسی جامع دعائیں سکھاتا ہے جن کے ذریعے ہم نیک صالح اولاد کے لئے بجالا سکتے ہیں، شکر گذاری کا لازمی نتیجہ برکت ہے۔ (شکر یہ اس خدا کا جس نے مجھے اس بڑھاپے میں اسماعیل، اسحٰق علیہ السلام بیٹے دئے حقیقت یہ ہے کہ میرا رب ضرور دعا سنتا ہے۔ (ابراہیم علیہ السلام)

والذين يقولون ربنا هب لنا من ازواجنا وزرياتنا قرة اعين وجعلنا للمتقين اماماً(الآيه)

وصلى الله على نبينا وعلى آله واصحابه اجمعين .

ازقلم: عاشق الهی القاسمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حقوق الاولاد

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله الطيبين واصحابه والطاهرين ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين أما بعد .

☆**يـا ايهـا الـذيـن آمـنوا قوا انفسكم واهليكم ناراً وقودها الناس والحجارة عليها ملائكة غلاظ شداد لا يعصون الله ما امرهم ويفعلون ما يؤمرون (التحريم)** اے ایمان والوں! اپنے آپ کواوراپنے بال بچوں کواس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔

☆انسان کواللہ رب العزت نے اشرف المخلوقات میں شمار کیا اوراس کی تخلیق بہترین ساخت پر کی،اس لئے اس کی ذمہ داریاں بھی دگرگوں ہیں۔قیامت کے دن اولاد سے والدین کے متعلق سوال کرنے سے پہلے والدین سے اولاد کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔کیوں کہ جس طرح والدین کا اولاد پرحق ہے اسی طرح اولاد کا والدین پرحق ہے۔

☆انسان اس دنیا میں اللہ اوراس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے بعد اپنی اولاد کے لئے ہی جیتا ہے کیونکہ اولاد اس کے دل کا قرار وسکون ہوتے ہیں۔ایک مومن اور مسلمان ہروقت نیک اولاد کے لئے دعائیں کرتا رہتا ہے۔ (**ربِّ هـبْ لـي مـن الـصـالـحين**) **ربنا هب لنا من ازواجنا وذرياتنا قرة اعين وجعلنا للمتقين اماماً** (الفرقان ۷۴).

☆اولاد جب نیک ہوتی ہے تو واقعی آنکھوں کی ٹھنڈک اور قلب وجگر کے سکون کا سبب بنتی ہیں،اولاد کی نیکیوں کا صلہ والدین کو دنیا میں نیک شہرت اوراس دارفانی سے کوچ کرنے کے بعد صدقہ جاریہ کی شکل میں ملتا رہتا ہے۔لیکن اولاد جب بے راہ روہوجائے تو اس کے بہت سنگین نتائج رونما ہوتے ہیں جو والدین کے لئے ندامت ورسوائی کا سبب بن جاتے ہیں۔

اولاد کی تربیت کا آغاز والدین کی اپنی ذات سے ہوتا ہے اولاد کے لئے پاک اورحلال غذا کی فراہمی والدین کے ذمہ ہے یہ اسی وقت ممکن ہے جب وہ حلال رزق کمائیں،والدین اخلاقی قدروں کا پاس ولحاظ رکھیں کیونکہ والدین کی خرابیاں نہ صرف ظاہری طور پر بچے کی شخصیت پراثر انداز ہوتی ہیں بلکہ باطنی طور پر بھی یہ خرابیاں ان کے اندر رچ بس جاتی ہیں،اگر حرام،جھوٹ،فریب،حسد،غیبت،چغلی اور دوسری خرابیوں کے جراثیم موجود ہوں تو یہ جراثیم بچے کو بھی وراثت میں ملیں گے۔

والدین کی اکثریت کو اس بات کا فہم وادراک ہی نہیں کہ بچے کی پرورش اور تربیت کے سلسلے میں ان پر کیا حقوق عائد ہوتے ہیں اس کی وجہ لاعلمی بھی ہوسکتی ہے اور دینی تعلیمات سے دوری۔وجہ کچھ بھی ہو والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اولاد کی تربیت کے حوالے سے ان کے حقوق پہونچائیں تا کہ دنیا وآخرت میں سرخروئی سے ہمکنار ہوں اور اللہ کی بارگاہ میں گرفت اور پکڑ سے بچ سکیں۔ اسلام کو ہر طبقہ کے افراد کی کارکردگی کی اصلاح مقصود ہے اور معاشرے میں اعتدال قائم کرنا ہے۔اس لئے والدین کے لئے اولاد کے حقوق کے حوالے سے قرآن سنت کی روشنی میں مکمل اور واضح ارشادات موجود ہیں۔مندرجہ ذیل سطور میں حقوق الاولاد کی چند جھلکیاں واضح انداز میں قارئین کرام کے گوش گذار کی جارہی ہیں۔

نیک بیوی کا انتخاب: ایک باپ کی سب سے پہلی ذمہ داری ہے کہ وہ نیک بیوی کا انتخاب کرے تا کہ اولاد کی تربیت اسلامی انداز

میں ہو۔اللہ کے رسول ﷺ نے نیک بیوی کے اوصاف میں ارشاد فرمایا:''ما استفادَ االمؤمنُ بعد تقوی الله عز وجل خير له من زوجة صالحة ، إن أمرها أطاعته وإن نظر إليها سرّته و إن أقسم عليها ابرّته وإن غاب عنها حفظته في نفسها وماله ". مؤمن نے اللہ تعالی کے تقوی کے بعد نیک بیوی سے زیادہ بہتر چیز حاصل نہیں کی ،اور وہ اسے حکم دیتا ہے تو اس کی اطاعت کرتی ہے اگر اس کی طرف دیکھتا ہے تو اسے خوش کردیتی ہے، جب وہ اس پر قسم کھا بیٹھتا ہے تو اس کی قسم کو پورا کرنے میں مدد کرتی ہے اور جب وہ اس سے غیر حاضر ہو تو اس کے مال کی بھی حفاظت کرتی ہے اور اپنی آبرو کی بھی۔ (ابن ماجہ)

صالح اولاد کے لئے دعا: والدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ شادی کے بعد اللہ تعالی سے نیک اولاد کے لئے دعائیں مانگیں، نیکوکاروں کا یہی طریقہ رہا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رب ذوالجلال سے دعا مانگی'' رب هب لي من الصالحين فبشرنه بغلام حليم " ۔مرے رب! مجھے ایک نیک لڑکا دے، تو ہم نے اسے ایک بردبار بیٹے کی خوشخبری دی۔ (الصافات:۱۰۱) اس دعا کے نتیجہ میں اللہ رب العزت نے ابراہیم علیہ السلام کو ایسا مطیع وفرمابردار لڑکا اسماعیل علیہ السلام کی صورت عطا فرمایا کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ مریم رضی اللہ عنہا کی والدہ محترمہ حنہ رضی اللہ عنہا جب حاملہ ہوئیں تو رب کی بارگاہ میں انہوں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھایا نیز زکریا علیہ السلام نے بھی اللہ تعالی سے اچھی اولاد کے لئے دعا مانگی۔اللہ تعالی نے ان کی فریاد قبول فرمائی۔

تحنیک: تحنیک (گھٹی) کا مطلب کھجور کو اچھی طرح چبا کر بچے کے منھ میں ڈالنا اور ہونٹوں پر رگڑنا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی صالح اور بزرگ شخص کے پاس لے جایا جائے اور اس کے ذریعہ تحنیک اور برکت کی دعا کرائی جائے اور نام رکھوایا جائے ۔''ابوموسی اشعریؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں مرے یہاں لڑکا ہوا میں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا، آپ ﷺ نے اس کا نام ابرہیم رکھا اور کھجور سے اس کی تحنیک کی اور اس کے لئے برکت کی دعا کی، پھر مرے حوالے کیا'' راوی کہتے ہیں کہ''یہ ابوموسی اشعریؓ کا سب سے بڑا لڑکا تھا''۔ (بخاری)

اچھا نام تجویز کرنا : بچے کے اس دنیا میں آجانے کے بعد والدین کی ذمہ داری ہے کہ اس کا اچھا نام تجویز کرے۔سیدنا عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' إنَّ احبَّ أسمائكم إلى الله عبد الله وعبد الرحمن '۔ (مسلم:۲۱۳۲) تمہارے ناموں میں اللہ کو سب سے محبوب نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔ صالح اور نیک لوگوں کے ناموں پر نام رکھنا جیسے انبیاء علیہ السلام، صحابہ کرامؓ اور دیگر صلحاء اور اتقیاء کے ناموں میں سے کوئی نام رکھ لیا جائے۔ سیدنا انسؓ سے روایت ہے'' وُلد لي الليلة غلامٌ فسميته بإسم ابى ابراهيم ''رات میرے یہاں بیٹا پیدا ہوا ہے اور میں نے اس کا نام اپنے باپ ابراہیم کے نام پر رکھا ہے'' (مسلم:۲۳۱۵)

عقیقہ : بچوں کا عقیقہ کرنا سنت ہے ساتویں دن عقیقہ کرنا چاہئے اگر ساتویں دن ممکن نہ ہو تو چودھویں اور اکیسویں دن بھی جائز ہے۔جیسا کہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، میمون کہتے ہیں میں نے احمد بن حنبلؒ سے پوچھا کہ بچے کا عقیقہ کب کیا جائے؟ فرمایا: حضرت عائشہؓ اس تعلق سے فرماتی ہیں:''ساتویں، چودہویں اور اکیسویں دن عقیقہ کیا جائے''۔امام مالکؒ فرماتے ہیں: اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ساتویں دن کی قید مستحب ہے، اگر کسی نے بچے کی پیدائش کے چوتھے یا آٹھویں یا دسویں دن یا اس کے بعد بھی عقیقہ کرتا ہے تو اس کے لئے کافی ہوگا۔ (تحفۃ المولود باٗحکام المولود: لابن قیمؒ)

بچے کے عقیقہ کے لئے دو اور بچی کے لئے ایک بکرا یا بکری ضروری ہے کچھ علماء نے کہا ہے کہ اگر کسی کے پاس استطاعت نہیں ہے تو وہ لڑکے کے عقیقہ میں ایک جانور بھی ذبح کرسکتا ہے ان کی دلیل عبداللہ بن عباسؓ کی یہ روایت ہے'' أن رسول الله صلى الله عليه وسلم عقَّ عن الحسن والحسين

کبشاً کبشاً" آپ ﷺ نے حضرت حسنؓ اور حسینؓ کے عقیقہ میں ایک ایک دنبہ ذبح کیا۔(ابوداؤد) کچھ علماء نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ سنن نسائی کی روایت سے یہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسوں کے عقیقے میں دو دو دنبے ذبح کئے۔" **عن عبد الله بن عباس** ؓ **انه قال: أن رسول الله ﷺ عقّ عن الحسن والحسين كبشين كبشين** (نسائی)۔

بچہ کا عقیقہ نہ کیا جائے تو وہ گروی رہتا ہے سمرہؓ کی یہ روایت' **قال رسول الله ﷺ كل غلام رهينة بعقيقته تذبح عنه يوم سابعه ويسمى فيه ويحلف رأسه** ۔ ہر بچہ اپنا عقیقہ ہونے تک گروی ہے اس کی جانب سے ساتویں دن جانور ذبح کیا جائے اس دن اس کا نام رکھا جائے اور سر منڈوایا جائے (ابوداؤد:۲۸۳۸) بچے یا بچی کے بالوں کو مونڈ کر چاندی سے وزن کر کے صدقہ وخیرات کر دیا جائے نیز عقیقہ کا گوشت خود بھی کھائیں اور دوست واحباب ،اعزاء واقرباء اور غرباء ومساکین کو کھلائیں چاہے بانٹ دیں یا پکا کر کھلائیں۔

رضاعت : والدین کا اولاد پر پہلا حق یہ کہ وہ ان کی حفاظت کریں اور اس کے پہلے حق میں یہ شامل ہے کہ مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلائیں کیونکہ اسی دودھ سے اس کی نشونما ہوگی۔ ماؤں کے اس حق کو خدا تعالی نے یوں بیان فرمایا: " **والوالدات يرضعن اولادهن حولين كاملين لم أراد أن يتم الرضاعة وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف** ۔(البقرہ:۲۳۳) مائیں اپنی اولاد کو دو سال کامل دودھ پلائیں جن کا ارادہ دودھ پلانے کی مدت کو پوری کرنے کا ہو اور باپ کے ذمہ دستور کے مطابق ان ماؤں کا روٹی کپڑا ہے۔ اگر ماں کسی وجہ سے بچے کو دودھ نہیں پلاسکتی تو اسلام نے یہ اجازت دی ہے کہ والدہ کے علاوہ دوسری عورت بچے کو دودھ پلا دے اسے رضاعی ماں کہتے ہیں اسلام میں رضاعی ماں کا درجہ بھی تقریباً حقیقی ماں کے برابر ہے۔

اولاد کی تربیت :

اولاد کی دینی وایمانی تربیت والدین کی ذمہ داری ہے جیسا کہ ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنی اولاد کی قدر کرو اور انکی اچھی تربیت کرو۔ نیز علیؓ نے فرمایا اپنے اہل وعیال کی بھلائی کی تعلیم دو اور انہیں ادب سکھاؤ (اخرجہ عبدالرزاق فی مندہ) عمر بن خطابؓ کا قول بھی والدین کے لئے درس عبرت ہے آپ نے فرمایا: **أن ينتقي أمه ويحسن اسمه ويعلمه القرآن** ۔یعنی اولاد کے لئے پاکیزہ ماں کا انتخاب کرے،اس کا اچھا نام رکھے اور اسے قرآن مجید سکھائے۔

والدین کے لئے ضروری ہے کہ اپنی اولاد کو سب سے پہلے توحید کی تعلیم دیں۔ ان کا عقیدۂ توحید زندگی کے کسی موڑ پر نہ لڑکھڑائے بچوں کے ذہن پر ایام طفولیت سے نقش کر دیں تا کہ زندگی کے آخری سانس تک وہ موحد رہیں۔ حضرت لقمان علیہ السلام کی وصیت ذہن میں رکھیں کہ انہوں نے دنیاداری کی وصیت نہیں کی بلکہ اس سے ہٹ کر اخروی کامیابی کی فکر بچے کے ذہن میں بٹھائی۔

اللہ کے رسول ﷺ کی محبت اور ان کی اطاعت کا درس دیں اور عبادت کی ادائیگی پر زور دیں جیسا کہ رسول ﷺ نے فرمایا: اپنی اولاد کو سات سال کا ہونے پر نماز کا حکم دو جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو انہیں (نماز نہ پڑھنے پر) مارو اور ان کے بستر الگ کر دو (ابوداؤد:۴۹۵) بچوں کے اندر خاص طور سے ایمان،تقوی، اخلاص للّٰہیت، شرم وحیا، عفت وعصمت کی تعلیم عام کریں اور انہیں پردہ کی اہمیت سے آگاہ کریں اور نت نئے فتنوں سے باخبر کرتے رہیں تا کہ ان برائیوں اور فتنوں میں ملوث ہو کر بدنامی کا سبب نہ بنیں۔ اولاد کے لئے دعا کرتے رہیں اس لئے کہ اولاد کے حق میں والدین کی دعائیں رد نہیں کی جاتی نیز انہیں چھوٹی چھوٹی دعائیں یاد کروائیں اور اس کی اہمیت اور افادیت ان کے ذہنوں میں مکمل طور سے بٹھا دیں۔ بچوں کے ساتھ شفقت سے پیش آئیں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: **ليس منا من لم يرحم صغيرنا ولم يؤقر كبيرنا** . (ترمذی:۱۹۱۹) جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے

اور بڑوں کا عزت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

والدین بچوں کے درمیان محبت میں انصاف اور مساوات سے کام لیں ایک دوسرے پر کسی کو ترجیح دینے کی صورت میں بچوں کے بگڑنے کے مواقع ہاتھ آتے ہیں، عدل وانصاف اور مساوات کی صورت میں بچوں کے دل میں والدین کی قدر واہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔بچوں کے اندر اخوت و بھائی چارگی، ایثار وقربانی،عفو ودرگزر، جرأت و بہادری، حقوق کی پاسبان کی اہمیت وفضیلت واضح کریں نیز معاشرے کے آداب جیسے کھانے پینے کے آداب، بیمار پرسی کے آداب،تعزیت کے آداب، چھینک اور جمائی کے آداب سے آگاہ کریں۔

اللہ رب العزت سے دعا گوں ہوں کہ رب ذوالجلال بچوں کے حقوق کی پاسداری کرنے والا بنائے۔والسلام

ازقلم:عبدالرحمٰن عمری (ریاض،سعودی عرب)